بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین
التوبہ ۱۲۲

امام بخاری اور صحیح بخاری

مقدمہ
مدبر اسلام مرشد اُمت جانشینِ مفکرِ اسلام
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم العالیہ
ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

مؤلف: مفتی سید اکرم ندوی
استاذ حدیث وفقہ مدرسہ جامعہ فاطمہ نسوان
وامام وخطیب مسجد انوارِ محمدؐ، بازار گلی، مناکھیلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین

امام بخاری
اور
صحیح بخاری

مقدمہ

مدبر اسلام مرشد اُمت جانشینِ مفکرِ اسلام

دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

مؤلف: مفتی سید اکرم ندوی

استاذ حدیث وفقہ مدرسہ جامعہ فاطمہ نسوان

وامام وخطیب مسجد انوارِ محمدؐ، بازارگلی، مناکھیلی

نام کتاب : امام بخاری اور صحیح بخاری

مؤلف : سید اکرم ندوی

صفحات : ۱۰۴

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۷۰ روپیہ

اشاعت : سنہ ۲۰۱۹ء

طباعت : آئڈیاز پرنٹنگ پریس، ریڈ ہلز، حیدرآباد۔

کمپوزنگ : آئڈیاز پرنٹنگ پریس، ریڈ ہلز، حیدرآباد۔

فون: 9032856632

ملنے کا پتہ: دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز

نزد ایم بی. ایچ. آفس، چارمنار، حیدرآباد۔

مسجد انوارِ محمد، بازار گلی، منا اکھیلی، تعلقہ ہمنا آباد، ضلع بیدر، کرناٹک

فون: 7353498548

مکتبہ کلیمیہ

ملے پلی، حیدرآباد۔

فون: 9885655591

فہرست

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبین سیدنا محمد ، وعلیٰ آلہ وصحبہ
ئ جمعین ، اللہ تعالی نے حضور سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبعوث کردہ
انبیاء میں خاتم کا درجہ عطاء فرمایا۔یعنی انبیاء کا ان کی قوموں کی اصلاح اور ان کو پیغام
حق پہونچانے کا جو سلسلہ جاری تھا اب ان کے بعد وہ ختم ہو گیا،اور آپ کے بعد انبیاء
کے مبعوث ہونے کا سلسلہ رک گیا ، حالانکہ قیامت آنے تک اس عہد کی قوموں کے
حالات متقاضی تھے کے نبی کا کام قائم رہے،لہذا اس کے انتظام کے لئے دین اسلام
کو آنے والے وقت کی ممکنہ ضرورتوں کے لحاظ سے جامع اور کامل شکل دیدی کہ پیغام
حق ضرورت کے مطابق واضح کردیا ، جو کامل وجامع کتاب قرانِ مجید کے ذریعہ اور
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمودہ وحی کے ذریعہ جس کی بقاء ، وحفاظت کا وعدہ
اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لیا تھا،اور ان کی دونوں کی تشریح وتوضیح اور خدمت کا
انتظام اس امت کے منتخب افراد کے ذریعہ فرمایا۔

قران مجید کے حفظ کی طرف امت کے افراد کی بڑے پیمانے پر توجہ اور بطور عبادت اسکی
تلاوت اور اپنے نبی پر ارسال کردہ وحی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور عمل میں بطور
نمونہ ظاہر کرنے کا انتظام فرمایا۔اور اس کی تحقیق وتوضیح کیلئے عظیم القدر علماء کو توفیق عطاء
فرمائی ، جنھوں نے دین کو صحیح طریقے سے سمجھنے اور اختیار کرنے کا غیر معمولی اہتمام کیا ،
اور دوصدی کے اندر اس کام کو پوری ذمہ داری کے ساتھ پورا کیا ، اِن علماء عظام میں جو
محدثین کہلاتے ہیں اِمام بخاریؒ کا عمل غیر معمولی اور اعلیٰ ترین معیار کا ظاہر ہوا ، انہوں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کو نقل کرنے والوں کی تحقیق واسناد کو بہت گہرائی

کے ذریعہ جانچ کران کی روایات جمع کیں، اوراحادیث کے بنیادی مفہوم کواپنے تراجم کے ذریعہ بھی واضح کیا۔اس طرح ان کا مجموعۂ احادیث جس کوصحیح بخاری کے نام سے جانا جاتا ہے اپنی صحت اور معیارِروایت کے لحاظ سے قران مجید کے بعد صحیح ترین مجموعہ قرار پایا۔امام بخاریؒ اس کام کوایسی ذمہ داری سے انجام دیا کہ اس کی نظیر دوسروں کے یہاں نہیں ملتی ۔اوراس کے لئے امام بخاریؒ تحصیلِ احادیث کیلیئے سفروں کی مشقتیں برداشت کیں،اورصحت کی رعایت ایسے معیار سے کی کہ اس میں وہ دوسرے ائمہ سے بڑھ گئے ان کے ساتھ دیگر محدثین نے بھی بہت غیر معمولی توجہ ومحنت سے کام لیا،اور انہوں نے بھی احادیث شریفہ کی صحتِ روایت کا پوراحق ادا کیا،لیکن امام بخاریؒ نے جو محنت وتوجہ کی اس میں وہ سب سے بڑھ گئے ۔اللہ تعالیٰ نے ان کوحفظ وتحقیق کا ایسا ملکہ عطاء فرمایا تھا جس نے ان کے اس عظیم کام میں مدد پہونچائی چنانچہ ان کی کتاب (اصح الکتب بعد کتاب اللہ) قرار پائی اور بہت سے مدرسوں اور درسگاہوں میں نہایت قدردانی کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے اور اسکی صحت واہمیت پر محدثین ومؤرخین نے کتابیں لکھی ہیں اورامام بخاریؒ کے حالات زندگی پیش کیئے ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ کتاب بھی مولوی محمد اکرم ندوی نے تیار کی ہے،اورامام بخاری اوران کی کتاب کے سلسلہ میں بہت مفید معلومات پیش کی ہیں،اس سے علومِ حدیث حاصل کرنے والے طلباءاورعلماء،احادیث کی باتوں سے واقف ہوں گے،امید ہے کہ ان کا یہ عمل اس سلسلہ میں ایک اچھا اضافہ قرار پائیگا۔اللہ تعالیٰ قبولیت عطاء فرمائے۔

محمد رابع حسنی ندوی
دائرۂ شاہ علم اللہ تکیہ،رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

جن اساطینِ امت کے احسانات کو امت کبھی فراموش نہیں کرسکتی اُن میں ایک انتہائی نمایاں نام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کی کتاب الجامع الصحیح کو (جسے صحیح بخاری کہا جاتا ہے) بجاطور پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کا سب سے مستند مجموعہ آپ کے ذریعہ تیار ہوا جسے ہم سب صحیح بخاری کے نام سے جانتے ہیں، آپ کسی علمی گھرانے کے چشم و چراغ نہ تھے، لیکن اللہ کی سچی محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے فنائیت کی حدتک شغف اخلاص نیت اور مسلسل جدوجہد نے آپ کو رشکِ عالَم بنادیا۔ حدیث کا طالب علم جس محدث کا سب سے بڑھکر احسان مند ہوتا وہ آپ کی ذاتِ مبارک ہے۔

علم دین سے شغف رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عظیم محسن اور اسکے احسان کو یاد رکھیں، علماء کرام نے اس سلسلے میں بڑی قابلِ قدر کوششیں فرمائی ہیں، آپ کی کتاب صحیح بخاری کی بلاشبہ سیکڑوں شروحات لکھی گئی۔ فی الوقت لاکھوں تشنگان علم آپ کی صحیح بخاری سے اپنی علمی سیرابی کا سامان کررہے ہیں۔ بلاشبہ آپ کی ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزات میں سے ایک معجزہ تھی۔ ضرورت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے کو گھر گھر پہونچایا جائے، تاکہ امت کے اس عظیم محدث و محسن کو لوگ ہمیشہ یاد رکھیں اور ان کے عظیم کارنامے کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھیں، اس سلسلہ میں اصحاب علم وفن نے بڑی قابلِ قدر کوششیں انجام دی ہیں، ہمیں بڑی خوشی

ومسرت ہے کہ عزیز گرامی مولوی مفتی سید اکرم ندوی اس مبارک عمل میں شامل ہو رہے ہیں۔عزیز موصوف نے اپنی اس تصنیف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک تذکرے کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری کا بھی بڑے اچھے انداز میں تعارف پیش کیا ہے۔زبان عام فہم اور سلیس ہے۔انشاء اللہ ہر طبقہ کے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔عزیز موصوف صحیح دینی جذبہ رکھنے والے عالم دین ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی تمام کوششوں کو قبول فرمائے۔اس تصنیف کے ساتھ بھی قبولیت ومقبولیت کا معاملہ فرمائے۔آمین۔

عبد السبحان ندوی ۲۸/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

کلماتِ دعائیہ

مکرم سید اکرم صاحب نے صحیح بخاریؒ کے بارے میں تفصیلات اور امام بخاریؒ کی زندگی کے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ یہ سیاہ کار دعا گو ہے اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور امت کیلئے خیر وبرکت کا سبب بنائے۔

فقط والسلام

دعا گو محمد ذکی عفی عنہٗ

مدینہ منورہ، سنیچر ۱۲ شعبان ۱۴۳۹ھ

تأثرات اور تعارفی کلمات

مفتی سید اکرم ندوی یہ اپنے مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہونہار سپوتوں میں سے ایک ہیں جن پر اہلیانِ ضلع بیدر کو بھی ناز ہے۔اللہ رب العزت نے آپ کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے آپ اپنے شہر منا اکھیلی کی ایک قدیم دینی تربیتی واصلاحی درسگاہ جامعہ فاطمہ نسواں کے صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث ہیں ،اور دوسری طرف آپ بہترین مقرر بڑے اچھے مضمون نگار بھی ہیں ،آپ نے اس سے قبل اپنی ایک کتاب مسائل عیدالاضحیٰ ۲۰۱۷ء میں منظر عام پر لائی جو آپ کا ایک علمی کارنامہ تھا جس کو عوام و خواص اور اہل علم نے بڑی پزیرائی اور دعاؤں سے نوازا۔اب یہ ایک انوکھے انداز سے پھر ایک کتاب (امام بخاری اور صحیح بخاری) تالیف کی ہے جس میں آپؒ کے کارنامے حسب ونسب بچپن تعلیم و تعلم حافظہ وذہانت اور شہر کا نام اور اس شہر کا تاریخی پس منظر اور بہت کچھ ،اور صحیح بخاری کے متعلق ایسی معلومات تحریر کی ہیں جس سے اکثر حضرات ناواقف رہتے ہیں،انشاءاللہ یہ کتاب عوام وخواص سبھی کے لئے مفید رہے گی۔ہم رب قدیر سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کو دنیاوی واخروی سرخروی کا ذریعہ بنائے اور آپ کے جملہ کاوشوں اور کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور مزید دینی تربیتی واصلاحی وفلاحی کاموں کے لئے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

محمد اسلم قاسمی

ناظم مدرسہ فلاح دارین للبنات و

نائب صدر جمیعۃ العلماء ضلع بیدر کرناٹک

اظہارِ تشکر

میں اُن تمام اربابِ علم وفن وصاحب رائے وثروت کا دل کی گہرائیوں سے بہت ہی ممنون ومشکور ہوں جن کی علمی وفنی وتجرباتی چیزوں سے مجھے خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوا۔جن میں سرفہرست میرے استاذ وشیخ ومربی مرشدامت سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات اقدس ہے، کہ آپ نے میری اس حقیرسی کاوش پر اپنا قیمتی تفصیلی وعلمی مقدمہ ثبت فرمایا جواس کتاب کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔نیز حضرت مولانا سیدواضح رشید حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کا بھی بے حد شکر گذار ہوں کہ آپ نے حضرت مولانا کو بارہا مقدمہ لکھنے کی طرف توجہ دلائی۔کچھ ہی دن پہلے حضرت مولاناواضح رشید صاحب ندویؒ کا انتقال ہوااللہ پاک آپ کی مغفرت فرمائے اور اجر جزیل عطافرمائے آمین۔اسی طرح میں اپنے خاص استاذ محترم مفسرقرآن حضرت مولانا عبدالسبحان ناخداندوی دامت برکاتہم العالیہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکرادا کرتا ہوں کہ آپ نے بندے کی ناقص وعاجزانہ گذارش کوقبولیت سے نوازااور ایک اپنی قیمتی تحریر سے اس کتاب کوزینت بخشی ۔اسی طرح میں حضرت مولانا شیخ ذکی مدنی دامت برکاتہم العالیہ اورحضرت مولانا گل جمال الدین صاحب مدنی زیدمجدہ کا بھی بے حدممنون ومشکور ہوں کہ آپ حضرات نے بڑی اثر انگیزقیمتی پندونصائح اور فدوی کے حق میں قیمتی دعائیں کیں۔اللہ ان حضرات کوجزائے خیرعطافرمائیں آمین۔اور اپنے مقامی علماء وفضلاء حضرت مولانا اسلم صاحب قاسمی ،حضرت مولانا شریف صاحب اشاعتی اورحضرت مولانا خلیل صاحب رشیدی دامت برکاتہم اور اِن کے علاوہ اوربھی جواس کام میں حصہ لئے ہوں اُن کا بھی میں شکرگذار ہوں۔اللہ انہیں جزائے خیرعطافرمائے۔آمین

اسی طرح میں محمد مقصود بھائی محمد حسین بھائی عرف چھوٹو بھائی اور تاج الدین بھائی کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے اپنے ذاتی کاموں کو پس پشت ڈال کر اس کتاب کے مالی تعاون کے لئے بہت محنتیں کیں اور خود بھی حسبِ استطاعت اپنا سرمایہ اس کارخیر کے لئے دیا اللہ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

اور کچھ لوگ اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کارخیر میں شریک ہوئے۔ جن میں سرفہرست میری ہمشیرہ مرحومہ سیدہ وسیعہ بیگمؒ (۲) مرحوم الحاج محمد سلطان احمد جمعدارؒ (۳) مرحومہ الحاجیہ اختر بیگمؒ (۴) مرحوم محمد نورالدین جمعدارؒ (۵) مرحومہ شبانہؒ بیگم (۶) زیباؒ بیگم۔ (۷) مرحومہ شوکت بی

مذکورہ بالا فہرست مرحومین و مرحومات کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کی مغفرت اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام، اپنی دائمی رضا اور خوشنودی اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل اجر عظیم اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

اور میں اُن حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی سرمایا اس کتاب کی اشاعت و طباعت کے لئے صرف کیا۔

(۱) محمد یوسف علی جمعدار (۲) محمد حسین (۳) سید جعفر پاشاہ (۴) محمد کلیم الدین
(۵) محمد حاجی میاں (۶) محمد تاج الدین (۷) محمد عارف (۸) سید ثاقب قادری
(۹) عبدالوھاب (۱۰) محمد احمد قریشی (۱۱) محمد مولا قریشی (۱۲) محمد سراج قریشی

(۱۳)محمد شاکر (۱۴)محمد اسماعیل قریشی (۱۵)محمد غلام نبی (۱۶)محمد غفار قریشی
(۱۷)محمد وحید قریشی (۱۸)عبدالوحید جمعدار

اللہ پاک اِن کے اس سرمائے کو قبول ومقبول فرمائے اور اِن حضرات کو جانی مالی پریشانیوں سے وجملہ شرورفتن سے محفوظ فرمائے اور خدمتِ دین کے لئے ان کو اوران کی تمام نسلوں کو تا قیامت قبول فرمائے آمین ۔این دعا از من وجملہ جہان آمین آباد
اخیر میں مجھ ناچیز وناکارہ کو احساس ہے کہ اس خدمت میں جس علم وعمل وتقوی وپرہیزگاری کی ضرورت ہے اُس سے میں تہی دامن ہوں مگر اللہ چاہے تو حقیر ذرہ کو مہتاب اور خام کو کندن بنا سکتا ہے ۔بس رب کائنات جل جلالہ کی بارگاہِ عالی میں تشکر کے ساتھ دلی دعا اور التجاء ہے کہ وہ مجھ ناچیر کی اس حقیر کوشش اوراس کتاب کو قبول و مقبول فرما کر ،جن کے نام یہ کتاب منسوب کی گئی ہے اُن کے لئے ،والدین، رشتے دار محبین ومتعلقین ،تمام مرحومین ومرحومات اور مجھ ناکارہ کے لئے اپنی رحمت ،رضا ،مغفرت وبخشش کا ذریعہ اور آخیرت کا ذخیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور شفاعت کا باعث بنائے اور مسلمانوں کے لئے مفید بنادے آمین

راقم
سید اکرم ندوی عفی عنہ

انتساب

حضرت مولانا سید واضح رشید ندوی نور اللہ مرقدہ
حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ
امیر شریعت مفتی اشرف علی صاحب باقوی نور اللہ مرقدہ
حضرت مولانا نیاز صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ
حضرت مولانا ذکی الدین صاحب راہی نور اللہ مرقدہ
اخیر میں میری مرحومہ شہیدہ ہمشیرہ سیدہ وسیعہ نور اللہ مرقدہا

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنے شایان شان اجر جزیل اپنی دائمی رضا و مغفرت عطا فرمائے ۔آمین

ایں دُعا از مین و جملہ جہان آمین آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل کی آواز

آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی اور تحصیل علم کے سلسلہ میں عزائم اور ہمتوں میں جو پژمردگی چھائی ہوئی ہے اُس کو دیکھتے ہوئے بڑی مشکل سے اس بات کا یقین آتا ہے کہ کبھی ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دھن میں براعظم اور سمندروں کا سفر طے کرتے تھے ایک ایک حدیث کی خاطر صدہا میل پیادہ پا چلتے ،ملکوں ملکوں پھرتے ،مطالعہ کے شغف میں پوری پوری رات کھڑے ہوکر گذارتے ،پختگیِ علم کی خاطر مختلف مشائخ اور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے ادب طے کرنا ایک اہم اور قابل فخر بات سمجھتے تھے۔اگر آج ہمارے دلوں دماغ میں اُس کا ایک شرارہ بھی ہوتا تو ہم علم وفن میں ہر قوم وملت کے مقابلے میں پست نہ ہوتے۔ہم تو وہ قوم وملت ہیں جس کے پیشوا کا یہ مقولہ ہے۔اطلبو االعلم ولو باالصین (تم علم حاصل کرو اگر چہ علم کے حصول کے لئے تمہیں چین جانا پڑے)لیکن ہمیں علمی سفر کے نام سے لرزہ چڑھتا ہے،اس قسم کی سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعاتِ سلف تاریخی صفحات پر ثبت ہیں جن سے ان حضرات کی سیر،سیاحت، پیادہ روی، وصحرانوردی، تحصیل علم کی خاطر عرق ریزی وجفاکشی ،شوقِ طلب وشغل کتب بینی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔یہی وہ چیز تھی جس کے نتیجہ میں یہ حضرات ہر علم وفن میں اپنے وقت کے شیخ وامام بنے اور اقلیم شہرت وعظمت کے تاج دار بن کر نمودار ہوئے۔

قصۃ المختصر ہمیں اپنی مفقودہ علمی عملی میراث، تعلیمی میدان میں جد وجہد، اخلاص وصدق وفا ،شوقِ مطالعہ جذبۂ قربانی اور اختصاص فی العلم حاصل کر کے اپنے اسلاف کے نقش

قدم کو اپنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی گمشدہ پونجی حاصل کرنے کی اور حصول علم کے لئے تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(سید اکرم ندوی)

تاریخی مطالعہ کے فوائد

علم تاریخ جس کا ایک اہم شعبہ تراجم الکبار واخبار الاخیار ہے، ہم کو اسلاف کے حالات وواقعات، مناقب، واوصاف واقوال وافادات، آثار و فیوض، اُن کی جلالت شان، موالید ووفیات، اور اُنکے اعصار وازمان سے واقف کر کے دل ودماغ میں ایک پر جوش حرکت پیدا کرتا، حوصلہ کو دبنگ ہمت کو بلند کرتا، نیکیوں کی ترغیب دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے بصیرت ودانائی میں افزونی، خرم واحتیاط میں فراوانی، دل سے رنج وغم دور ہوکر مسرت وشادمانی اور دل ودماغ میں ہروقت تازگی میسر ہوتی ہے۔ نیز تاریخی مطالعہ سے صبر واستقلال کی صفت میں اضافہ ہوتا ہے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی قوت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ حاصل یہ کہ علم تاریخ اور اسلاف کے حالات وسوانح حیات انسان کے لئے عبرت وموعظت آموزی اور سیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔

تمہید

اسلام کے بعد فنِ تاریخ وسیرت نے ایک زبردست انقلاب دیکھا اور وہ یہ ہے کہ فن اپنی قدامت اور حقیقت کے باوجود قصص واوہام کا جال تھا، اسلام کے بعد اس سے انسانی زندگی پر اثر ڈالنے کا کام لیا گیا، اسلام کے بعد انسانی زندگی اور معاشرہ مختلف

حصوں میں بٹ گیا، لیکن سیرت وتاریخ ایک قدر مشترک ہیں جو تمام ہی طبقات میں پائی جاتی ہے، ان سب طبقات میں نمایاں محدثین کرام ہیں کیونکہ ان کے کام کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام اور آپکی زندۂ جاوید شخصیت کو بتمام وکمال محفوظ رکھیں اور رواۃ حدیث کے سلسلہ کو علم ونقد کا ایک زریں سلسلہ بنا دیں، امام بخاریؒ اس جماعت کے سرخیل ہیں، لیکن یہ عجیب اتفاقِ زمانہ ہے کہ امام کی شخصیت تاریخ کے صفحات میں اس طرح محفوظ نہ رہ سکی جس طرح رہنی چاہئے تھی، چنانچہ آج جب ڈھونڈنے والے ڈھونڈتے ہیں تو انہیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن جو کچھ بھی تاریخ نے محفوظ رکھا ہے وہ اپنی بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ باختصار پیشِ خدمت ہے اور اس پیش کش کا مقصد داستان سرائی نہیں ہے بلکہ حکایت مہر وفا کی طرف ایک بازگشت ہے، یعنی مقصد خواہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو اگر توفیقِ الٰہی اور ہمت وارادہ کی بلندی نے ساتھ نہیں چھوڑا تو وہ کام سرانجام پا کر رہے گا اور اس طرح سرانجام پائے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی، دوسرے یہ کام انسان کے سامنے بلند سے بلند تر ہونا چاہئے تاکہ اس کام کی عظمت خود کام کرنے والے کو عظیم بنا دے، امام بخاری قدس سرہ کی زندگی اور انکے کارناموں کی اصلِ عظیم صرف یہی دو چیزیں ہیں آپ دیکھیں گے کہ امام صاحبؒ بادشاہِ وقت نہ تھے امام صاحبؒ کا گھرانہ پشتہا پشت سے علمی گھرانہ نہ تھا لیکن کام کی عظمت واہمیت بتلا رہی ہے کہ شخصیت کس طرح ابھرتی اور واضح ہوتی ہوئی اس مقام تک پہنچتی ہے جہاں ہم آپؒ کو دیکھ رہے ہیں۔

علم دین کے طالب علموں سے خاص طور پر یہ کہنا ہے، وہ جس علم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ان میں سب سے بڑا دشمن ریاء وزمانہ سازی ہے، یہ دنیا عجیب کارخانہ ہے یہاں اگر کوئی خود کو نمایاں کرتا ہے تو نمایاں نہیں ہوتا اور اگر نمایاں نہیں کرتا تو نمایاں ہوتا ہے میری اس گذارش کا زندہ ثبوت امام بخاری علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

قرآنی پیشن گوئی

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سورۂ جمعہ نازل ہوئی اس وقت ہم دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے (آپ نے سورۂ جمعہ ہمیں سنائی) جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (**وآخرین منهم لما یلحقوا بهم**) ترجمہ: اوران میں سے دوسروں کے لئے بھی (آپ ہی کو مبعوث کیا) جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں جن کا ذکر آخرین کے لفظ سے کیا گیا، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھا، اور فرمایا اگر ایمان ثریّا ستارے کی بلندی پر بھی ہوگا تو ان کی قوم کے کچھ لوگ وہاں سے بھی ایمان کو لے آئیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر الجزء الثالث رص ۱۲۴۷۔ معارف القرآن ج ۸/ص ۴۳۶)

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کا مصداق اہلِ فارس کو ٹھہرایا کہ یہ لوگ دوسروں سے بڑھ کر دینِ اسلام کی خدمت کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرام کے دور کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت کا جتنا کام اہلِ فارس نے سرانجام دیا، یہ سعادت اتنی دوسروں کے نصیب میں نہ آسکی۔ بڑے بڑے محدثین کرام اور فقہائے عظام کی اکثریت اسی علاقے سے تعلق رکھتی ہے۔

امام بخاریؒ بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ اس وقت بخارا شہر ملکِ فارس کا ایک حصہ تھا، امام بخاریؒ نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جو خدمت انجام دی ہیں ان کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے یہاں اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین۔ (صحیح بخاری ترجمہ و فوائد رص ۵۵)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بخارا کا تاریخی پس منظر

جائے پیدائش شہر بخارا ہے جو مجمع الفقہاء، معدن الفضلاء، منشاء العلماء، قبۃ الایمان، اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بخارا محض چند صدیوں پرانا شہر نہیں ہے یہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت سے بھی تین سو سال پرانا ہے، جب سکندر اعظم یہاں سے گزرا یہ اس وقت بھی تجارت و ثقافت کا اہم مرکز تھا، ابتداء میں یہاں بدھ مت مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد تھے انہوں نے اپنی عبادت گاہ کا نام (ویہارہ) رکھا تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ بے خارہ اور پھر بخارا بن گیا، اسی نام سے یہ شہر مشہور ہو گیا۔

آٹھویں صدی تک یہ شہر زرتشت مذہب والوں کا اہم مرکز تھا، جب ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم بحیرہ عرب پار کر کے سندھ میں داخل ہوئے عین اسی وقت ایک عرب جرنیل قتیبہ بن مسلم (آمو) دریا پار کر کے وسط ایشیاء میں داخل ہوئے، دو برس کے اندر بخارا اور سمرقند کو فتح کرتے ہوئے مشرق میں سنکیانگ اور کاشغر تک پہونچ گئے، یہ اس علاقہ کی فوجی فتح تھی لیکن دین اسلام تو یہاں بہت پہلے حضرت قثم ابن عباسؓ اور حضرت سعید بن عثمان بن عفانؓ کے ذریعہ آچکا تھا۔ بخارا نویں صدی ہجری میں سامانی سلطنت کا دارالحکومت تھا، جس کی سرحدیں افغانستان میں ہرات تک اور ایران میں اصفہان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسوقت بخاریٰ کی آبادی تین لاکھ تھی اور شہر میں ڈھائی سو دینی مدرسے تھے جہاں یمن اور اندلس جیسے دور دراز مقامات سے بھی طالب علم اپنی علمی پیاس بجھانے آتے تھے، بخاریٰ اس وقت فقط دینی مرکز ہی نہیں تھا بلکہ سائنس اور دوسرے علوم کا مرکز تھا، سامانی حکمران کے کتب خانے میں ۴۵ ہزار کتابیں تھیں، اس زمانہ میں بخارا بغداد کے ہم پلہ مانا جاتا تھا۔

اسی کتب خانے سے حسین بن عبداللہ بن سینا نے فیض پایا ابن سینا نے سب سے پہلے ارسطو کا ترجمہ عربی میں کیا پھرایک کتاب القانون لکھی جو آج تک علمِ طب کی انسائیکلو پیڈیا مانی جاتی ہے بخارا میں میر عرب نام کا ایک مدرسہ ہے جو آج بھی ہے، اسی کے قریب ایک مسجد تھی اسمیں امام بخاریؒ درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔

(سید المحدثین حضرت امام بخاری...ص ۳۵)

نام ونسب

ابوعبداللہ کنیت، محمد نام امیر المومنین فی الحدیث لقب ہے۔سلسلۂ نسب یہ ہے۔محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری۔ بردزبہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ (دہقان) بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ امام بخاری کے جدِ اعلیٰ کھیتی باڑی کرتے تھے، اس لیے بردزبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بزرگ اپنے آبائی مذہب کے مطابق مجوسی آتش پرست تھے یعنی امام صاحبؒ کا نسب ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔جس کے اراکین خسروان ایران کے عہد حکومت میں ممتاز اور جلیل القدر عہدوں پر مامور ہوتے رہے۔آپ کے والد بزرگوار کے پردادا (بردزبہ) مجوسی مذہب کے متبع تھے اسی مجوسیت پر انہوں نے انتقال کیا۔

پھر اللہ تعالی نے اُن کے صاحبزادے مغیرہ کو دینِ اسلام سے نوازا، یہ حاکم بخاریٰ یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔اس زمانے کے دستور کے مطابق جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا وہ اسی قبیلے کی طرف منسوب ہوتا تھا، اسی بناء پر امام بخاریؒ جعفی کہلائے۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری رص ر ۷ ۱۲۸)

کیونکہ عرب قبولِ اسلام کے ربطِ خاص کو ولائے اسلام سے تعبیر کرتے تھے اور پھر اسی ولاء کی شاخیں دور دور تک پھیلتی جاتی تھیں امام بخاریؒ کو بھی ان کے جدِ اعلیٰ کی نسبتِ

ولاء کی وجہ سے جعفی کہا جاتا ہے ۔ چونکہ آپ بخارا میں پیدا ہوئے تھے اسی بنا پر آپ بخاری کہلائے۔ گویا آپ کی دو نسبتیں ہیں، ایک وطن بخارا کی وجہ سے بخاری اور دوسری ولائے اسلام کی بنا پر جعفی۔

(صحیح بخاری، ترجمہ وفوائد حافظ عبدالستار الحماد ص ۵۵)

مسئلہ ولاء کی تحقیق اور فقہی بحث

ولاء کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

ایک ولاء العتاقہ ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی غلام ہو، اس نے غلام کو آزاد کیا تو غلام کی ولاء معتق یعنی آزاد کرنے والے آقا کو مل جاتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ذوی الفروض یا عصبات میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو تو مولی العتاقہ اس کا وارث ہوتا ہے۔ یہ ولاء العتاقہ کہلاتی ہے اور متفق علیہ طور پر تمام فقہاء ولاء العتاقہ کو مانتے ہیں۔

دوسرا ولاء الموالات ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھوں مسلمان ہوا، مسلمان ہونے کے بعد جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اس کے ساتھ ایک عقد کر لیتا ہے، جیسے میرے سارے رشتے دار کافر ہیں، لہذا میں ان کے مال کا وارث ہونے یا وہ میرے مال کے وارث ہونے کا کوئی سوال نہیں، کیونکہ دو مختلف دین کے لوگ آپس میں وارث نہیں ہوتے ۔لہذا میں آپ سے عقد کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے کوئی جنایت ہو جائے تو آپ میری دیت ادا کریں گے اور اگر میں مر جاؤں تو میرے مال کے وارث آپ ہوں گے، یہ عقد ولاء الموالات کا عقد کہلاتا ہے۔ اس کے ذریعہ ولاء الموالات کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

اور مولی الموالات کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے، اگر اس کے ذوی الفروض عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی نہیں ہے، یعنی کوئی وارث موجود نہیں ہے، تو مولی الموالات اس کا وارث ہوتا ہے۔

دونوں ولاء میں فرق:
مولی العتاقہ اور مولی الموالات میں فرق یہ ہے کہ مولی العتاقہ اگرچہ عصبات میں سب سے آخری درجہ پر ہے لیکن ذوی الارحام پر مقدم ہے۔ اگر کسی کے ذوی الارحام موجود ہیں، عصبات موجود نہیں ہیں تو مولی العتاقہ وارث ہوگا۔ مولی الموالات ذوی الارحام سے مؤخر ہے۔ یعنی یہ اس وقت وارث ہوتا ہے جبکہ ذوی الارحام بھی موجود نہ ہوں۔

اختلافِ فقہاء

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ مولیٰ الموالات معتبر ہے یا نہیں؟ اور معتبر ہے تو کس صورت میں ہے؟

بعض حضرات ولاء الموالات کو بالکل ہی معتبر نہیں مانتے، ان کا استدلال؛ **(واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله)** والی آیت سے ہے، اس میں اولو الارحام کو گویا مستحق قرار دیا گیا تو مولی الموالات کو اسکے اوپر کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے۔

جو حضرات ولاء الموالات کے قائل ہیں وہ ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے تو جس کے ہاتھ پر اسلام لایا؛ **فهو اولىٰ به حيا و ميّتا او كما قال**

(سنن ابی داؤد، کتاب العتق، رقم الحدیث: ۳۴۲۸)

معترفین ولاء الموالات میں اختلاف

بعض فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک شخص کا دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لے آنا اسی سے ولاء الموالات قائم ہو جاتی ہے۔ بعد میں کوئی عقد کی ضرورت نہیں۔ جیسے ایک شخص آج میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو خود بخود میں اس کا مولی الموالات بن گیا، چاہے ہم نے آپس میں معاہدہ نہ کیا ہو۔ یہ حضرت عطاء بن رباحؒ کا مسلک ہے۔

اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ محض اسلام لے آنے سے ولاء الموالات خود بخود متحقق نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے اسلام لانے کے بعد مستقل عقد ضروری ہے۔ یعنی آپس میں یہ معاہدہ ہو کہ: اسلام لانے والا یہ کہے کہ اگر مجھ سے جنایت ہو جائے تو آپ میری دیت ادا کریں گے، اور میں مر جاؤں تو آپ میرے وارث ہوں گے۔ اور دوسرا اس عقد کو قبول کرے، اسی وقت ولاء الموالات متحقق ہوگی۔ ورنہ نہیں۔

ولاء

جو تراجم ورجال کی کتابیں ہوتی ہیں وہ کسی کے نسب کو بیان کرتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ پہلے باپ کا نام، پھر دادا کا نام اور آخر میں نسبت بیان کرتے ہیں مثلاً: الکندی؛ پھر ساتھ میں لکھا ہوتا ہے: مولاھم، الجعفی مولاھم، القریشی مولاھم، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ شخص نسب کے اعتبار سے اس قبیلے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ولاء کی وجہ سے یہ اس قبیلے کی طرف منسوب ہے۔ اور ولاء بعض اوقات ولاء العتاقہ ہوتی ہے اور بعض اوقات ولاء الموالات ہوتی ہے۔

جدِامجد مغیرہؒ اوران کی ولاء:

اس طریقہ پر امام بخاریؒ کے پردادا، مغیرہ، یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے اور ان

کے درمیان ولاء الموالات قائم ہوگئی، چونکہ یمان، جعفی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اس واسطے ان کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔اب ہوسکتا ہے کہ وہ عطاء بن ابی رباح کے مسلک کے مطابق اس بات کے قائل ہو کہ اسلام لاتے ہی خود بخود ولاء متحقق ہو جاتی ہے۔اور ہوسکتا ہے کہ انہوں نے باقاعدہ موالات کا عقد کیا ہو دونوں کا احتمال ہے، بہر صورت مغیرہ، جعفی کی طرف منسوب ہوئے اوران کو جعفی کہا جانے لگا۔ولاء کی وجہ سے مغیرہ جعفی کہلائے تو ان کی ساری اولاد بھی جعفی کہلائی، اور امام بخاریؒ کو اسی وجہ سے جعفی کہا جاتا ہے۔(انعام الباری رج ۱رص ۵۹ـ۶۲)

اسماعیل بن ابراہیم

امام بخاری کے والد کا نام اسماعیل بن ابراہیم اور کنیت ابوالحسن تھی اپنے زمانے کے مشہور عالم دین اور محدث کبیر تھے۔اللہ تعالی نے یہ شرف امام بخاریؒ کو نصیب فرمایا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو کریم ابن الکریم ابن الکریم کہا گیا ہے، اُسی طرح حضرت امام بخاریؒ محدث ابن محدث قرار پائے۔مگر صد افسوس کہ والد ماجد نے اپنے ہونہار فرزند کا علمی زمانہ نہیں دیکھا اور آپ کو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے، اور آپ کے والد ماجدؒ کا شمار ثقہ علماء میں ہوتا ہے، آپ حماد بن زید اور امام مالک بن انس کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔آپ عبداللہ بن مبارک کی صحبت سے فیض یاب تھے۔

(ھدی الساری ص ر۷ ۱۲۸)

کسبِ حلال

امام بخاریؒ کے والد علامہ اسماعیل بڑے پاکیزہ نفس اور محتاط تھے۔ان کا کاروبار بڑا وسیع تھا اور ان کا شمار اُس وقت کے رؤسا میں ہوتا تھا۔حضرت احید بن حفص بیان

کرتے ہیں کہ علامہ اسماعیلؒ کے انتقال کے وقت میں اُن کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ: میں اپنے حاصل کردہ مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں پاتا۔ سبحان اللہ (سیرتِ امام بخاریؒ رص ۱۳)

تاریخ ولادت اور اسکی خصوصیات

امام بخاریؒ شہر بخارا میں نماز جمعہ کے بعد مؤرخہ ۱۳ رشوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، آپ کمزور جسم نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رکھتے تھے۔ اول تو ماہِ شوال حج کے مہینوں کا آغاز ہے جو اپنی اس خصوصیت کے لحاظ سے کہ ایک طرف ماہ رمضان المبارک واقع ہے اور دوسری طرف ذوالقعدہ جو اشہر حرم کا پہلا مہینہ ہے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور تیسری خصوصیت یہ کہ ایام اسبوع میں بھی جمعہ کے دن کو دوسرے ایام پر مخصوص فضیلت ہے جو بہت سی روایات سے ثابت ہے۔

ایام طفولیت

امام بخاریؒ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ امام بخاریؒ کے والد اسماعیل علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا۔ آپ یتیم بن کر والدہ کے آغوشِ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے وہ افعال وحرکات جو عالم طفولیت میں صادر ہوئے اُن تمام ہم جولیوں سے جدا تھے جن میں آپ لہولعب کی غرض سے شرکت فرماتے تھے۔ گویا شیخ سعدیؒ نے یہ شعر آپ ہی کے حق میں کہا تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی　　　　می تافت ستارہ بلندی

پھر آپ کی والدہ نے آپ کی تربیت و پرورش کی جو بہت صابرہ، حلیم الطبع، بڑی عبادت

گزار اور مستجاب الدعوات تھیں امام بخاریؒ کی بچپن میں کسی مرض کی وجہ سے دونوں آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی تو ان کی والدہ کو بڑا صدمہ ہوا، اللہ کی بارگاہ میں رورو کر دعائیں کیں کہ لختِ جگر کی بینائی واپس آجائے۔ بالآخر اللہ رب العزت نے شب خیزی کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔آپ نے ابرہیم خلیل اللہ کو خواب میں دیکھا ،انھوں نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالی نے آپ کے لختِ جگر کی بصارت واپس کردی، چنانچہ جب نیند سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ بیٹے کی آنکھیں روشن ہیں پھر امام کی قوت بصارت اس قدر بڑھ گئی کہ انہوں نے تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا ہے۔ (ھدی الساری رص ر۱۲۸۸)

مکتب کی تعلیم

تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں لکھا ہے کہ دھوپ اور گرمی کی شدت میں امام نے طلب علم کے لئے سفر کئے تو دوبارہ امام کی بینائی ختم ہوگئی، چنانچہ خراسان پہنچنے پر کسی نے کہا کہ سر کے بال صاف کرالیں اور پھر گل خطمی کا لیپ لگائیں، چنانچہ اس نسخہ کے استعمال سے پھر خداوند قدوس نے بصارت عنایت فرمادی۔ (ایضاح البخاری ص ر۲۸)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں ابھی قرآن مجید حفظ کر رہا تھا کہ مجھے حفظ احادیث کا الہام ہوا۔ جب میں مکتب سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر تقریباً دس برس تھی۔اور میں نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا،اور کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں،اس کے بعد میں نے مختلف اساتذہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، چنانچہ بخارا کے مشہور محدث داخلیؒ کے درس میں جا کر آپ نے حدیث پڑھنا شروع کردی۔

ذکاوت وحفظ

اللہ رب العزت نے احادیث اور اسانید سے اتنی مناسبت عطاء فرمادی کہ امام بخاریؒ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے استاذ حضرت داخلیؒ نے ایک حدیث بیان کی، اوراس کی سنداس طرح پڑھی۔

سفیان عن أبی الزبیر عن ابراھیم؛ توامام بخاریؒ نے استاذ سے کہا؛ **ابو الزبیر لم یرو ابراھیم**؛ یعنی ابوالزبیر نے ابراہیم سے کوئی روایت نہیں کی۔ یہ چھوٹے سے بچے وہ کہنہ مشق استاذ، توانہوں نے امام بخاریؒ کو جھڑک دیا اور وہ خاموش ہوگئے۔ لیکن امام بخاریؒ نے بڑی متانت، جرأت اور ادب سے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کے پاس اس حدیث کی اصل موجود ہو تو براہ کرم اس کی مراجعت فرمالیں، بات معقول تھی شیخ اندر گئے، اوراس حدیث کی جواُن کے پاس اصل لکھی ہوئی تھی مراجعت کی اور آ کر پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ، یہ حدیث کس سے مروی ہے، امام بخاریؒ نے فرمایا یہ حدیث زبیر بن عدی سے مروی ہے یعنی اصل سند؛ **سفیان عن زبیر ابن عدی عن ابراھیم**؛ ہے، توامام داخلی نے ان کی تصویب فرمائی، اور فرمایا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوئی ابوالزبیر نہیں تھے بلکہ زبیر ابن عدی تھے۔

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا   آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

یہ امام بخاریؒ کی شہرت کا پہلا دن تھا، جب یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے اس وقت کسی نے ان سے پوچھا کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ امام بخاریؒ نے فرمایا کے اس وقت میری عمر گیارہ سال تھی۔ تو گیارہ سال کی عمر میں اللہ تعالی نے احادیث اور اسانید کا ایسا علم اور ایسا استحضار عطاء فرمایا تھا کہ اپنے استاذ کی ایک فروگذاشت پر ان کو متنبہ کیا۔

(ھدی الساری ر ص ر ۱۲۸۸۔ انعام الباری ج ر ۱ ر ص ۶۳)

ایسا لڑکا جسے (۷۰۰۰۰) ہزار حدیثیں یاد ہیں

اللہ تعالیٰ امام بخاریؒ کو ان اساتذہ سے علم حاصل کرنے کے نتیجے میں علمِ حدیث کا ایک ستون بنا دیا، اور امام بخاریؒ کا علم و اتقان، حدیث کی اسانید پر نظر، حدیث کی علل پر ان کی گرفت اس زمانے کے حضرات میں مشہور اور ضرب المثل ہیں۔ حافظے کا یہ عالم تھا کہ بچپن میں جب حدیث پڑھ رہے تھے ایک مرتبہ سلیم بن مجاہد، محمد بن سلام بیکندی کے پاس تشریف لائے تو علامہ بیکندی نے سلیم بن مجاہد سے فرمایا اگر تم تھوڑی دیر پہلے آجاتے تو ایسے بچہ کو دیکھتے جسے (۷۰۰۰۰) ہزار حدیثیں یاد ہیں۔

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ مجھے یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی اور میں امام صاحبؒ کی تلاش میں نکلا، ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ کیا تمہیں ستر ہزار احادیث یاد ہونے کا دعوی ہے اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ بیشک مجھے اس قدر بلکہ اس سے بھی زائد یاد ہیں صرف احادیث ہی پر کیا منحصر ہے سلسلۂ سند میں تم جسکے متعلق بھی پوچھو گے ان میں سے اکثر کی جائے سکونت اور تاریخِ وفات کا پتہ دے سکتا ہوں اور اپنے روایت کردہ اقوالِ صحابہ و تابعین کے بارے میں یہ بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ کن کن آیات و احادیث سے ماخوذ ہیں۔ (ایضاح البخاری ص ۲۸)

اساتذہ پر عالم تحیر کا طاری ہونا

امام بخاریؒ نے پہلے تو تمام شیوخِ بخارا سے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا جو اس وقت ممتاز محدث شمار کیئے جاتے تھے اور جن کی درسگاہیں طالبان علوم حدیث کے لئے مرکز تھیں، جن میں محمد بن سلام بیکندی، عبداللہ بن محمد مسندی اور ابراہیم بن الاشعث کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، ان ہی ایام میں امام بخاریؒ نے عبداللہ بن مبارک کی کتابیں

حفظ کر لی تھیں، امام بخاریؒ سے اساتذہ کے مرعوب ہونے کا یہ عالم تھا کہ اساتذہ امام کے شریک درس ہونے سے سنبھل جاتے تھے کہ کہیں امام کے سامنے کوئی لغزش نہ ہو جائے علامہ بیکندی نے تو یہ فرمایا بھی ہے کہ محمد بن اسماعیل کے آجانے سے مجھ پر عالم تحیر طاری ہو جاتا ہے اور میں ان کی وجہ سے احادیث بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

(ایضاح البخاری ص/۲۸)

آپ کا کوئی ثانی نہیں

آپ کے استاذ محمد بن سلام بیکندی نے فرمایا کہ تم میری تصنیف کو ایک مرتبہ اپنے مطالعہ سے نکال دو اور اسمیں جہاں غلطی ہو اس کی اصلاح کر دینا، کسی نے بڑے تعجب سے کہا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ امام العصر ہو کر بھی اس سے اپنی کتاب کی اصلاح کے لئے کہہ رہے ہیں بیکندیؒ نے کہا اس کا کوئی ثانی و مقابل نہیں ہے۔

(ایضاح البخاری ص/۲۹)

محمد بن سلام بیکندیؒ کے یہ تمام ارشادات اس وقت کے ہو سکتے ہیں کہ جب تک کہ امام بخاریؒ نے طلب علم کے لئے بخارا سے کہیں باہر کا سفر نہیں کیا تھا کیونکہ سفر کے بعد واپسی پر بیکندیؒ سے امام صاحبؒ کی ملاقات نہیں ہوئی۔

رفقائے درس کا استعجاب

آپ کے رفقائے درس کہتے ہیں کہ جب یہ بصرہ آئے اس وقت یہ معمول تھا کہ استاذ حدیث بیان کرتے تھے سارے طلبہ لکھتے تھے، لیکن ایک طالبِ علم ایسا تھا جو نہیں لکھتا تھا صرف وہ سننے پر اکتفاء کرتا تھا ان کے ایک ہمدرد نے ان سے کہا کہ تم عجیب آدمی ہو علم حاصل کرنے کے لئے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہو اور وقت ضائع کرتے رہتے ہو

اور پھر لکھتے نہیں، جب لکھتے نہیں تو یاد کیسے ہوگا تمھارا یہ سفر بے کار ہو جائے گا، امام بخاریؒ نے ان سے یہ فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اب تک آپ نے کتنے صحیفے لکھے؟ انہوں نے بتایا کے اتنی تعداد ہے، کہا ذرا لے آیئے، رفیقِ درس کہتے ہیں کے میں لے آیا، ان صحیفوں میں پندرہ ہزار احادیث سے بھی زائد تھیں جن کو امام بخاریؒ نے صرف اپنی یادداشت سے اس اہتمام سے تمام احادیث سند اور متن کے ساتھ سنایا آپ کے ساتھی کہتے ہیں کہ بہت سے مقامات پر ہم کو اپنی کتابت میں تصحیح کرنے کا موقعہ ملا۔

(حضرت امام بخاریؒ کے حالات رص ۱۰)

سو احادیث کے تبدیلِ سند و متون کا واقعہ

محدثین کی یہ جماعت ایران و ترکستان کا بہترین دماغی جوہر تھا، وہ نسلا بڑے تندرست ،توانا، جفاکش، عالی حوصلہ علم کے حریص اور حافظہ کے نہایت قوی تھے، حافظہ پر اعتماد اور اس سے کام لینے کی وجہ سے (تمام انسانی اعضاء کی طرح جو پرورش اور ورزش سے غیر معمولی طور پر طاقتور ہو جاتے ہیں) ان کا حافظہ اپنی قوتِ حفظ کے محیر العقول نمونے پیش کرتا تھا، جو ضعف و کمزوری کے اس خالص کتابی دور میں بعض اوقات نا قابلِ فہم معلوم ہوتے ہیں، لیکن تاریخ ان کے وقوع کو متواتر شہادتیں بہم پہنچاتی ہیں، اور تجربات ان کے امکان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی علمی توجیہ بالکل مشکل نہیں، کثرت کار، مناسبتِ تام اور اپنے موضوع سے عشق و شغف ایسا ملکہ پیدا کر دیتا ہے اور انتقالِ ذہنی کے ایسے نمونے ظاہر ہوتے ہیں، جو غیر متعلق اشخاص کے لئے حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ جب بغداد آئے تو علماءِ بغداد نے ان کے امتحان کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ سو حدیثوں کی سند اور متن (مضمون حدیث) کو الٹ دیا، ایک حدیث کی سند دوسرے متن کے ساتھ اور ایک حدیث کا متن دوسری سند کے ساتھ لگا دیا، اور دس دس حدیثوں کو ایک ایک شخص کے حوالے کیا کہ وہ ان سے سوال کرے، امام بخاریؒ جب

مجلس میں آئے تو ایک ایک شخص نے دس دس حدیثیں سنائیں ،اوران کی رائے دریافت کی وہ سنتے اور فرماتے کہ میں ان حدیثوں سے واقف نہیں ،اہل علم اس راز کو سمجھے اور ناواقف اشخاص ان کی لاعلمی پر مسکرائے ، جب سب نے اپنے اپنے حصہ کی حدیثیں سنالیں تو امام بخاریؒ نے باری باری ایک ایک کی طرف توجہ فرمائی اور کہا کہ آپ نے جو دس حدیثیں سنائی تھیں انکا متن یہ ہے،اوران کی سند یہ ہے، پھر دوسرے تیسرے کی طرف توجہ کی ، یہاں تک کہ سب کی احادیث کی تصحیح کردی ،اور جس سند کا جو متن تھا،اور جس متن کی جو سند تھی ، وہ بیان کی ،لوگ ان کی وسعت نظر، حاضر دماغی اور حافظہ پر انگشتِ بدنداں رہ گئے۔

رہیں ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم ہے میری آستین میں ہیں ید بیضاء

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱/۸۷)

اس واقعہ کو حافظ ابنِ حجرؒ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہےاس کے بعد بایں الفاظ اس پر تبصرہ کیا ہے۔اس واقعہ کو سننے کے بعد انسان امام بخاریؒ کے حافظے کا سکہ تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہےلیکن ایک مجلس میں سو احادیث کا بیان کر دینا تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب وحیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے مقلوب شدہ دس احادیث کو صرف ایک دفعہ سن لینے کے بعد انھیں اسی ترتیب کے ساتھ محفوظ کر لیا اور اسی مجلس میں انھیں دہرا دیا۔

(صحیح بخاری ترجمہ وفوائد ص ۵۶-۵۷)

اللہ نے یہ حضرات پیدا ہی اس کام کے لئے کئے تھے کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر جائیں ۔اسی قسم کا واقعہ خراسان یا نیشاپور میں بھی پیش آیا، وہاں بھی علماء کرام نے اس قسم کا امتحان لینے کی کوشش کی اور بالآخر امام بخاریؒ اس امتحان سے بھی سرخرو ہو کر نکلے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم   سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

بصرہ کے شیوخ کی نادر روایات

یوسف بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بصرہ کی گلیوں میں کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا کہ اے شائقان علم ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں جو شخص آپ کی زیارت کا مشتاق ہو وہ جامع مسجد بصرہ میں حاضر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی میں جامع مسجد میں آ گیا۔ امام صاحبؒ کی زیارت کے لئے اُس وقت بہت سے علماء وفضلاء موجود تھے ایک جو آدمی ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا یہی محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں ۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو علماء آپ کی ملاقات سے شرف اندوز سعادت ہوئے اور حاضرین کے ایک بڑے گروہ نے درخوست کی کہ آج ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیجئے۔ آپ نے اُن کی التجاء قبول فرمائی تو دوبارہ مسجد میں اعلان ہوا کہ آپؒ بصرہ میں تشریف لائے ہیں ہم نے اُن سے درس کی التجاء کی تھی جو منظور کر لی گئی کل فلاں مقام پر امام صاحب حدیثیں لکھوانے کے لئے تشریف لائیں گے۔ شائقین حدیث وہاں حاضر ہوں ۔ چنانچہ دوسرے روز مقام مقررہ پر محدثین، فقہاء اور اہل مناظرہ کئی ہزار تعداد میں جمع ہو گئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اے علمائے بصرہ تم نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کا سوال کیا ہے جسے میں نے بسر وچشم منظور کر لیا سو آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کروں گا جن کے راوی تمہارے ہی شہر کے ہیں مگر تم کو اُن کی خبر نہیں، اِس فقرے سے حاضرین کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور اُن کو امام بخاریؒ کی وسعت علم اور اپنی کم مائیگی کے موازنے کا موقع ملا۔ اُن کی نگاہیں اب امام بخاریؒ کے چہرے پر تھیں اور کان اُس آواز کے سننے کے مشتاق تھے جس سے سرمایہ علم میں اضافہ ہو۔

مال ہے نایاب پر گاہک ہے اکثر بے خبر ۔۔۔ شہر میں کھولی ہے حالی نے دکان سب سے الگ

(حالاتِ مصنفینِ درسِ نظامی / ص ۷۹)

اُس کے بعد امام صاحبؒ نے اہل بصرہ کے رواۃ کی نادر روایات بیان کیں:

حدثنا عبد الله بن عثمان بن جبلة بن أبی رواد العتکی ببلدکم قال حدثنی أبی عن شعبة عن منصور وغیرہ عن سالم بن أ بی الجعد عن أنس بن مالکؓ .ان اعرابیا جاء الی النبی فقال یا رسول الله الرجل یحب القوم .

اب حدیث تو لوگوں نے سنی ہوئی تھی تو بظاہر لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ ہماری سنی ہوئی حدیث ہے، تو اس تعجب کو رفع کرتے ہوئے امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: **لیس عندکم عن منصور انما ہو عندکم عن غیر منصور:**

آپ لوگوں نے یہ حدیث منصور بن المعتمر کے واسطے سے نہیں سنی بلکہ اس کے علاوہ کے واسطے سے آپ کے پاس پہنچی ہے، پھر آپنے لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے کہا حدیث تو سنی تھی لیکن اس سند کیساتھ منصور کے واسطے سے نہیں سنی تھی۔ پھر اس طرح درجنوں حدیثیں امام بخاریؒ نے سنائی۔ جس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو پتہ تھا کہ اہلِ بصرہ میں جو معروف حدیثیں ہیں وہ کن راویوں سے ہیں اور میرے پاس کسی اور راوی کے ذریعے آئی ہیں، یہ وہی آدمی کرسکتا ہے جس نے پورے اہلِ شہر کے تمام علم کا استقصاء کیا ہو اس کے بغیر ایسا کہنا ممکن نہیں۔ (انعام الباری ج۱/ص۶۹-۷۰)

سفیان ثوریؒ کی ایک عادت کا ذکر

امام بخاریؒ ایک دن امام فریابیؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امام فریابیؒ بہت بڑے محدث تھے۔ فریابیؒ سفیان ثوریؒ کے حوالے سے حدیث سنائی: **حدثنا سفیان الثوری قال حدثنا أبو عروۃ عن أبی الخطاب عن حمزۃؓ قال طاف النبی ﷺ علی نساء بغسل واحد**

حدیث مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ایک ہی غسل فرمایا، لیکن جو سند پڑھی وہ عجیب تھی جب امام فریابیؒ نے یہ حدیث پڑھی اور اس وقت پوری مجلس علمائے حدیث سے بھری ہوئی تھی، سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے کہ یہ حدیث اس سند کی تو کبھی نہیں سنی۔ دراصل یہاں امام فریابیؒ نے سفیان ثوریؒ کی ایک عادت کا ذکر کیا ہے کہ سفیان ثوریؒ کبھی کبھی لوگوں کا امتحان لینے کے لئے سند اس طرح بیان کرتے تھے کہ لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ کیا ہوا۔

جب امام بخاریؒ نے دیکھا کہ لوگ حیران ہورہے ہیں تو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی بات نہیں ہے ابو عروۃ کنیت ہے معمر بن راشد کی، اور ابو الخطاب کنیت ہے۔ قتادہ بن دعامہ کی، اور ابوحمزہ کنیت ہے حضرت انس بن مالک کی اصل سند یوں ہے۔

حدثنا معمر ،قال حدثنا قتادہ ،عن انس ابن مالک

سفیان ثوریؒ نے لوگوں کا امتحان لینے کے خاطر راویوں کے نام لینے کے بجائے ان کی کنیت سے حدیث روایت کی اس وجہ سے لوگ چکر میں پڑھ گئے لیکن امام بخاریؒ پہلی نظر میں پہچان گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو حافظہ، احادیث کی اسانید اور علل کو پہچاننے کا ایسا ملکہ عطاء فرمایا کہ جس کے نتیجے میں ساری دنیائے اسلام سے اپنا لوہا منوایا۔ (انعام الباری ج۱ ص ۶۹۔۷۰)

۶ لاکھ احادیث سے جامع صحیح کا انتخاب

امام صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں، اور اس ﴿ جامع صحیح ﴾ کو میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین نے بھی امام بخاریؒ کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے:

امام بخاریؒ کا حافظہ واستحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرین ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔ (محدثین عظام اور انکے علمی کارنامے رص ۱۶۰)

اخذِ حدیث میں غایت احتیاط

صاحب نزہۃ المجالس نے لکھا ہے ایک مرتبہ امام بخاریؒ طلب حدیث کی خاطر کسی محدث کے پاس گئے، دیکھا کہ اُن کا گھوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا تو محدث نے اُس کو اپنی چادر کا پلہ اس طرح دکھلایا جیسے اُس میں دانہ ہے۔ چنانچہ گھوڑا یہ دیکھ کر واپس آگیا اور محدث نے اُس کو آسانی سے پکڑ لیا امام بخاریؒ نے یہ تماشہ دیکھ کر محدث سے پوچھا کیا آپ کی چادر کے پلے میں دانہ تھا۔ محدث نے کہا نہیں بلکہ اس تدبیر سے گھوڑے کو واپس کرنا تھا امام بخاریؒ نے فرمایا **(لا آخذ الحدیث عمن یکذب علی البھائم)** کہ میں اُس شخص سے حدیث نہیں لے سکتا جو چوپاؤں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(حالاتِ مصنفینِ درسِ نظامی رص ۷۸)

شیوخِ حجاز

امام بخاریؒ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بھائی کے ہمراہ مکہ پہونچے۔ اور حج سے فراغت کے بعد والدہ اور امام کے بھائی واپس تشریف لے آئے اور امام نے علوم حدیث کی تحصیل کے لئے وہیں اقامت اختیار کی، اُسوقت جن شیوخ کی درس گاہیں ممتاز تھیں اور جو لوگ امام فن اور مرجعِ خلائق تھے وہ کچھ حسبِ ذیل ہیں: ابوالولید احمد بن الازرقی ،عبداللہ بن یزید، اسماعیل بن سالم صائغ ،ابوبکر عبداللہ بن زبیر، اور علامہ حمیدی۔

شیوخ مدینہ

مکہ مکرمہ کے ارباب علم سے تحصیل کمال کے بعد امام بخاریؒ ۲۱۲ھ میں مدینہ طیبہ کے

لئے روانہ ہوئے، وہاں جن اہل علم کا چرچہ تھا ان میں سر فہرست حسبِ ذیل شیوخ ہیں ،ابرہیم بن منذر، مطرف بن عبد اللہ، ابرہیم بن حمزہ، ابو ثابت محمد بن عبید اللہ، اور عبد العزیز بن عبداللہ الاویسی۔ (صحیح بخاری ترجمہ وفوائد، ص ۵۸)

آپ نے حجاز اور مدینہ طیبہ پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس زمانے کے بڑے بڑے مشائخ سے کسبِ فیض کیا، جن میں شام، مصر، الجزیرہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، شام، مصر، اور الجزیرہ کے دو سفر اور بصرہ کے چار سفر کیے۔

(انعام الباری ج ۱/ص ۶۴)

رحلاتِ امام بخاریؒ

حدیث یا حدیث کی عالی سند کے حصول کے لئے جو سفر کیا جاتا ہے اسے محدثین کی اصطلاح میں رحلت کا نام دیا گیا ہے، صحابہ کرام اور تابعین کو اس سفر کے ساتھ شغف رہا ہے اور صرف ایک ہی حدیث کے لئے ان حضرات نے ایک ایک ماہ کی مسافت طے کی ہے، قرآن کریم نے بھی حصول تفقہ اور واپسی پر اصلاحی کام کرنے کی غرض سے سفر کی تائید فرمائی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کا مقولہ ہے کہ اصحابِ حدیث کے اسفار کی برکت سے خداوندِ قدوس اس امت سے بلاؤں کو اٹھا دیتا ہے۔ امام بخاریؒ کو اس سلسلہ میں طویل اسفار کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ امام کا دور اسلام کی فتوحات کا دور ہے اور اسلامی مملکت کے وسیع ہو جانے سے تابعین، تبع تابعین اور حاملین حدیث دور دور تک پھیل گئے تھے لیکن حرمین کو مقام وحی ہونے کی حیثیت سے ایک خاص امتیاز حاصل رہا ہے، امام بخاریؒ عمر کے سولہویں سال مقامی طور پر مشائخ بخارا سے کسبِ فیض کرتے رہے کیونکہ علمی سفر

کے لیے محدثین کے ہاں یہ شرط ہے کہ جب علمی سفر کا قصد کیا جائے تو اپنے وطن کے شیوخ سے جس قدر احادیث مل سکیں انھیں حاصل کرلیا جائے اگر چہ وہ قلیل تعداد میں ہوں اور پھر سولہ سال کی عمر میں ۲۱۰ھ میں والدہ محترمہ اور اپنے بھائی احمد کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے، اور امام بخاریؒ نے سب سے پہلے حجاز کا ارادہ اس لئے کیا کہ وہ علومِ شریعت کا ماویٰ اور رسول اللہ ﷺ کا مسکن اور نزولِ وحی کا مقام تھا نیز وہ مرکزِ اسلام اور جملہ صحابہ کرامؓ کی جائے سکونت تھا۔ (نصر الباری رج ۱رص ۳۸)

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين (التو به ۱۲۲)

مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور دینی علوم کی تحصیل وفقاہت کے لئے گھر سے باہر نکلنا چاہئے، اس کی تعمیل کے لئے محدثین کرام کمر بستہ ہوئے اور انھوں نے اس پاکیزہ مقصد کے لئے ایسے ایسے کٹھن سفر اختیار کئے کہ وہ دنیا کی تاریخ میں بے مثال بن گئے۔ امام بخاریؒ نے تحصیل حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور ہمیشہ ہمیشہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے لیکن آپ کی عالی ہمتی نے راحت جسمانی کو علمی شوق پر غالب نہ ہونے دیا اور ایک روز اِن مصائب کے معاوضہ میں انہیں آسمان علم وفضل کا روشن آفتاب بنا کر چھوڑا جن کی منور شعاعوں سے یہ دنیا قیامت تک روشن رہے گی۔ (نصر الباری رج ۱رص ۳۸)

قاضی ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف ؛ وفیات الاعیان ؛ میں رقمطراز ہیں کہ امام صاحبؒ مصر وشام میں استفادۂ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے، حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا، کوفہ اور بغداد میں جو علماء کا مسکن تھا بار ہا گئے۔ بصرہ چار مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک اقامت پزیر رہے۔ صرف ایام حج میں زیارت کعبہ کی غرض سے سفر کرتے اور بعد فراغت بصرہ چلے آتے۔ (حالاتِ مصنفینِ درسِ نظامی رص ۷۹)

سند عالی کے حصول کا شوق

جہاں کہیں یہ معلوم ہوتا کہ کسی جگہ کوئی شیخ موجود ہے اور اُسکے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو آپ نے نہیں سنی، یا پھر کوئی ایسی حدیث جو آپ نے کئی واسطوں سے سنی لیکن اُن شیخ صاحب کے پاس کم واسطوں سے وہ حدیث مروی ہے یعنی اُن کی سند عالی ہے تو محض اپنی سند کو عالی کرنے کے لئے ہزاروں کیلومیٹر کا سفر کرتے، چنانچہ آپؒ کو پتہ چلا کہ عبد الرزاق بن ہمام الصنعانیؒ جن کی مصنَّف عبدالرزاق مشہور ہے وہ یمن کے رہنے والے حدیث کے بڑے امام ہیں اور اُن کے پاس بڑی عالی سند ہے اُس وقت تک امام بخاریؒ نے یمن کا سفر نہیں کیا تھا تو ارادہ کیا کہ یمن جائیں اور جا کر عبدالرزاقؒ سے حدیثیں حاصل کرلیں، لیکن کسی نے کہہ دیا اُن کا انتقال ہو چکا ہے تو امام بخاریؒ نے سفر منسوخ کر دیا بعد میں کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور عبدالرزاق ابھی زندہ ہیں تو امام بخاریؒ کو بہت افسوس ہوا کہ میں نے اُسوقت سفر نہیں کیا لیکن بعد میں سفر کا موقع نہیں ملا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ عبدالرزاقؒ کے ہم عصر ہونے کے باجود عبد الرزاقؒ سے براہ راست حدیثیں بیان نہیں کرتے بلکہ واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

(انعام الباری ج ۱ ص ۶۶)

طبقاتِ شیوخ امام بخاریؒ

امام بخاریؒ نے بے شمار شیوخ سے کسبِ فیض کیا، وہ خود فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک ہزار اسی شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور وہ سب کے سب محدث تھے،، اور میرے پاس جس قدر بھی حدیثیں ہیں ان کی سند بھی محفوظ ہے، حافظ ابن حجرؒ امام بخاریؒ کے

اساتذہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیئے، جو حسبِ ذیل ہیں:

پہلا طبقہ:

اس طبقہ میں وہ شیوخ شامل ہیں جنھوں نے آپ کو تابعین کے واسطے سے احادیث سنائی جیسا کے امام بخاریؒ کے استاذ محمد بن عبداللہ انصاری ہیں، امام بخاریؒ کے بہت سے اساتذہ ایسے ہیں جو تابعین سے احادیث بیان کرتے ہیں، مشائخِ بخاری میں یہ اعلیٰ طبقہ ہے۔

دوسرا طبقہ:

اس طبقہ میں امام بخاریؒ کے وہ شیوخ شامل ہیں، جو طبقہ اولی کے ہمعصر تو ہیں لیکن ثقات تابعین سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے مثلاً؛ آدم بن ایاس، ابومسہر عبدالاعلی بن مسہر، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ، یہ تمام حضرات طبقہ ثانیہ سے ہیں۔

تیسرا طبقہ:

اس طبقے میں امام بخاریؒ کے وہ اساتذہ شامل ہیں جن کی کسی تابعی سے ملاقات ثابت نہیں مثلاً: سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین ،احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ۔ اس طبقے سے روایت کرنے میں امام مسلمؒ بھی امام بخاریؒ کے ساتھ شریک ہیں۔

چوتھا طبقہ

اس طبقے میں امام بخاریؒ کے وہ مشائخ شامل ہیں جو طلبِ حدیث میں امام بخاریؒ کے ساتھی تھے یا انھوں نے ان سے کچھ عرصہ قبل علمِ حدیث پڑھا مثلاً: محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی، عبد بن حمید، احمد بن نصر اور محمد بن عبدالرحیم وغیرہ۔ ان اساتذہ سے امام بخاریؒ نے وہ احادیث روایت کی ہیں جو پہلے تین طبقات میں نہ مل سکیں۔

پانچواں طبقہ

اس طبقے میں امام بخاریؒ کے وہ مشائخ شامل ہیں جو عمر اور استاذ کے اعتبار سے امام بخاریؒ کے شاگردوں میں ہیں مثلاً: عبد اللہ بن حماد الآملی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہ۔

امام بخاریؒ نے خاص فائدے کے تحت ان سے احادیث بیان کی ہیں مثلاً: ایک حدیث اپنے اُن اساتذہ اور ساتھیوں سے نہ مل سکی تو وہ اسے اپنے شاگردوں سے بیان کریں گے۔ ایسا کرنے میں امام بخاریؒ نے اپنے استاذ امام وکیعؒ کی بات پر عمل کیا ہے؛ وہ فرماتے ہیں: آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے احادیث بیاں نہیں کرتا۔ بلکہ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ انسان محدث کامل اس وقت نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے کم درجے والے سے احادیث بیان نہ کرے۔

(صحیح بخاری ترجمہ وفوائد ۵۹۔۶۰)

علمِ علل میں امام کی انفرادی شان

اصطلاح حدیث میں علت اس پوشیدہ سبب کا نام ہے جس سے حدیث کی سند مجروح ہوتی ہے، علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے جن فنون کی ضرورت ہے ان میں صرف یہی چیز ایسی ہے جس کے لئے بے پناہ قوتِ حافظہ، سیال ذہن اور نقد وانتقاد کی کامل دسترس درکار رہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام رواۃِ حدیث کے بارے میں

پیدائش اور وفات کے اوقات کی خبر ہو، ان کی باہمی ملاقات کی تاریخ کا علم ہو، ان کے نام، القاب اور کنیتیں یاد ہوں اور جملہ راویوں کے الفاظ حدیث پوری طرح ضبط ہوں، اس علم کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ علی بن مدینی کے اس قول سے کیا جا سکتا ہے، کہ مجھے بیس نامعلوم حدیثیں لکھنے سے کہیں زیادہ یہ مرغوب ہے کہ کسی حدیث کی علت قادحہ معلوم ہو جائے امام بخاریؒ اس بارے میں انفرادی شان کے مالک تھے۔

(ایضاح البخاری ص ۳۱/۱)

امام ترمذی کی کتاب العلل کہاں سے ماخوذ ہے؟

امام ترمذی نے کتاب العلل میں فرمایا ہے کہ میں نے جامع ترمذی میں احادیث کی جس قدر علتیں بیان کی ہیں، یا فن رجال و تاریخ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا بیشتر حصہ خود امام بخاری سے یا ان کی تاریخ سے لیا ہے، ہاں چند مقامات پر امام دارمی اور ابوزرعہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ (ایضا)

امام صاحبؒ کی حاضر جوابی

حافظ احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں عثمان ابوسعید بن مروان کے جنازے میں حاضر ہوا امام بخاری بھی تشریف فرما تھے اس موقعہ پر امام محمد بن یحیی ذہلی نے امام بخاری سے اسماء رواۃ اور علل احادیث کے سلسلہ میں کچھ پوچھا تو امام نے اس قدر برجستگی سے ان کے جوابات عنایت فرمائے جیسے کوئی قل ہو اللہ کی تلاوت کر رہا ہو۔

امام مسلم کی معلق حدیث

امام بخاریؒ کے قیام نیشاپور کے زمانے کا ایک واقعہ ابواحمد اعمش اس طرح بیان فرماتے

ہیں کہ میں امام بخاریؒ کی مجلس میں حاضر ہوا، امام مسلم تشریف لائے اور ایک حدیث کا ابتدائی حصہ معلق سنا کر پوچھا کہ یہ حدیث اگر آپ کے پاس ہو تو اسے متصل فرما دیجئے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عبیداللہ بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ ومعنا ابو عبیدۃ الحدیث

سوال کے مقاصد یہ ہو سکتے ہیں کہ عبیداللہ تابعی ہیں، اس لئے یہ حدیث امام کے پاس ہے یا نہیں، اگر ہے تو متصل السند ہے یا نہیں، اور اگر سند ہے تو معلل ہے یا غیر معلل یعنی صحیح ہے پھر اگر معلل ہے تو امام کو اس کی خبر ہے یا نہیں؟ امام بخاریؒ نے اسی وقت حدیث کو متصل السند فرما دیا کہ: **حدثنا ابن ابی اویس حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبیداللہ الی اٰخر الحدیث**

امام مسلم لرز گئے

اسی مجلس کا ایک یہ بھی واقعہ مشہور ہے کہ کسی شخص نے یہ سند پڑھی

حجاج بن محمد عن ابن جریج عن موسی بن عقبہ عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحانک اللّٰھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

حدیث سن کر امام مسلم نے عرض کیا کہ اس حدیث کی اس سے اونچی سند پوری دنیا میں نہیں ہے، امام بخاریؒ نے فرمایا **نعم لکنہ معلول** ۔اور احمد بن حمدون کے بیان کے مطابق اس سلسلۂ سند کو جسے معلول فرمایا تھا اور دو طریق سے بیان فرمایا کہ علت سے خالی نہیں، امام مسلم لرز گئے اور فرمایا کہ مجھے علت سے آگاہی ہونی چاہیے، امام صاحبؒ

نے فرمایا جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا تمہیں اسے چھپانا چاہیئےلیکن امام مسلم نے اس قدر اشتیاق ظاہر کیا کہ رونے کے قریب ہو گئے تو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اگر تم ضروری ہی سمجھتے ہو تو غیر معلول سند اس طرح ہے۔

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وهیب حدثنا موسی بن عقبة عن عون بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کفارة المجلس اذاقام العبد الی آخره

اس کے بعد امام مسلم نے اصرار فرمایا کہ حدیث کی علت بھی بتا دیں تو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ موسی بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل سے مرفوع نہیں ہے اور پھر امام نے اسکا ثبوت پیش فرمایا۔(ایضا ۳۲)

رواۃ حدیث میں جرح وانتقاد کی ضرورت

حدیث بیان کرنے والے حضرات میں یہ ضروری ہے کہ انکی صداقت وثقاہت مسلّم ومشہور ہوتا کہ بات نکھر کر سامنے آجائے اور بات کتاب اللہ وسنت رسول کے حکم کے موافق ہو جائے۔جیسے ارشاد ربانی ہے۔

یایها الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبافتبینوا

اے ایمان والوں! اگر آئے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر تو تحقیق کرلو۔

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع (صحیح ترمذی باب الوضوء)

آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی دلیل ہے کہ جو کچھ سنے روایت کردے۔

لیکن چونکہ کسی کے متعلق کاذب یا غیر ثقہ ہونیکا فیصلہ کرنا بھی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی بات ہے اسلئے حضرات صوفیہ کی ایک معتد بہ جماعت کا فیصلہ ہے کہ جرح وانتقاد ایک گونہ غیبت ہے جس کے لئے قرآن کریم میں **لا یغتب بعضکم بعضا** فرمایا

گیا ہے، لیکن سچ یہ ہے کہ ان کا یہ فرمانا سرتا سر سادگی ہے شریعت خواہ مخواہ کسی شخص کے بارے میں بدکلامی و بدگمانی سے روکتی ہے، لیکن اگر دینی سلسلہ میں اس کی ضرورت پڑ جائے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ بعض صورتوں میں ضروری بھی ہے، احادیث کے سلسلہ میں بھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی، مخالفین اسلام کا تو کہنا کیا خود مسلمانوں کا اور ان میں بھی نیک لوگوں کا ایک گروہ فضائل کے سلسلہ میں احادیث گھڑنا باعث اجر وثواب سمجھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس چھان بین اور جرح وتعدیل کا سلسلہ خود صحابہ کرام کے دور ہی سے شروع ہو گیا تھا کیونکہ خوارج اور روافض کے ظہور کے بعد تفتیش ہی سے روایت لی جاتی تھی پھر جب درمیانی واسطے بڑھتے گئے جرح وانتقاد کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا لیکن اتنا ضرور ہے کہ اسکی اہمیت ونزاکت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جہاں قرآن کریم میں چھان بین اور تفتیش کا حکم ہے وہاں مسلمان کی غیبت کے بارے میں وعید شدید سے کام لیا گیا ہے۔ (ایضا)

فن اسماء الرجال

ان مخلصین نے صرف حدیث وروایت کے جمع وتدوین پر اکتفاء نہیں کی بلکہ درمیانی واسطوں کی بھی تحقیق کی، اور ان تمام راویوں کے نام ونشان وتاریخ زندگی اور اخلاق وعادات کو محفوظ کر دیا، جن کے توسط سے یہ روایات ان کو پہونچی تھیں، اس طرح جس ذات گرامی کے متعلق: ورفعنا لک ذکرک : کا وعدہ اور اطلاع تھی، اس کی بدولت لاکھوں اشخاص کی زندگی روشنی میں آ گئی، ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی اہمیت کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اس ہستی کے اقوال واعمال میں سے کسی جز کے راوی، اور سلسلۂ روایت کے ایک ناقل تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ احادیث وروایات کی تدوین کے ساتھ ساتھ ایک نیا علم ﴿اسماء الرجال﴾ کا وجود میں آ گیا یہ علم محدثین کی عالی ہمتی، علمی

شغف، تحقیقی ذوق، اوراحساسِ ذمہ داری کی روشن مثال ہے، اس امت کا یہ ایک قابل فخر کارنامہ ہے۔ڈاکٹر اسپرنگر نے :**الاصابة فی احوال الصحابة** (حافظ بن حجر) کے انگریزی مقدمہ میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:۔

کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری ، نہ آج موجود ہے ،جس نے مسلمانوں کی طرح :اسماء الرجال: کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہوں۔ (سیرت النبی ﷺ ج ۱/ص ۳۹)

محدثین کی احتیاط وامانت

محدثین نے نہ صرف رجال حدیث کے حالات جمع ومحفوظ کر دیئے بلکہ صحیح حالات لکھنے کی پابندی کی، اور ان کے اخلاق وعادات ،قوت وضعف ،احتیاط وبے احتیاطی ،دیانت وتقویٰ،علم وحافظہ کے متعلق ان کے معاصرین کے بیانات اور ہر قسم کی معلومات یکجا کر دیئے،اوران کے بارہ میں کسی رعایت سے کام نہیں لیا،خواہ ان کے زمانہ میں حاکم ہوں یا اپنے وقت کے بڑے زاہد ہوں۔

راویوں کی چھان بین اور تحقیق میں اس درجہ دیانت داری اور حق گوئی سے کام لیا کہ وہ واقعات آج اسلام کے مفاخر میں ہیں راویوں میں بڑے بڑے خلفاء اور امراء بھی تھے۔جن کی تلواروں کی دھاگ بیٹھی ہوئی تھی ،مگر محدثین نے نڈر ہو کر سب کی پردہ دری کی اوران کو وہی درجہ دیا جو اس بارگاہ میں ان کو مل سکتا تھا،امام وکیع بڑے محدث تھے، لیکن ان کے باپ سرکاری خزانچی تھے،اس بناء پر وہ خود ان سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے کو ضرور لیتے ،یعنی تنہا اپنے باپ کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے،اس احتیاط اور حق پسندی کی کوئی حد ہے؟

حق پسندی کا ایک بے مثال واقعہ

مسعودی ایک محدث ہیں ۱۵۴ھ میں امام معاذ بن معاذ نے ان کو دیکھا کہ ان کو اپنی تحریری یادداشت کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی تو انہوں نے فوراً اُن کے حافظہ سے اپنی بے اعتباری ظاہر کردی۔ یہی امام معاذ بن معاذ بزرگ ہیں کہ ان کو ایک شخص نے دس ہزار دینار جس کی قیمت آج دس ہزار گنا سے زیادہ ہے صرف اس معاوضہ میں پیش کرنے چاہے کہ وہ ایک کو معتبر (عدل) اور غیر معتبر کچھ نہ کہیں، یعنی اس کے متعلق خاموش رہیں انہوں نے اشرفیوں کی اس پیشکش کو حقارت کے ساتھ ٹھکرادیا، اور فرمایا کہ میں کسی حق کو چھپا نہیں سکتا، کیا تاریخ اس سے زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کرسکتی؟ ہے؟ (ایضاً ص ۷۷)

امام بخاریؒ کی راہ عمل

امام بخاری نے اس سلسلہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے، ان کے یہاں محدثین کی طرح کذاب اور وضاع کے الفاظ استعمال نہیں ہیں بلکہ ان کے یہاں کثیر الاستعمال الفاظ: **ترکوه، انکر الناس، المتروک، الساقط، فیه نظر اور سکتوا عنه**؛ وغیرہ ہیں اور جب امام کسی کے بارے میں واجب التردید ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کے لئے ؛منکر الحدیث ؛ کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں، ابن قطان نے امام بخاریؒ کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے **کل من قلت فیه منکر الحدیث لا یحل الروایة عنه** یعنی میں جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت لینا درست نہیں ہے، امام کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے فرمایا **ماغبت منذ علمت ان الغیبة حرام** یعنی جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

فرمایا کرتے تھے کہ غیبت کے بارے میں قیامت میں کوئی مجھ سے باز پرس نہ ہوگی۔
وراق نے کہا کہ لوگ آپ کی تاریخ کے بارے میں اتہام غیبت لگاتے ہیں فرمایا کہ ہم
نے تاریخ میں متقدمین کے اقوال نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے ہماری اپنی جانب سے اس
میں کچھ نہیں ہے۔ (ھدی الساری مقدمۂ فتح الباری ۱۲۹۳)

احتیاط نفس

امام علیہ الرحمہ خود اپنے اور اپنی تصانیف کے بارے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے
ایک مرتبہ کسی شخص نے امام سے ایسی حدیث کے بارے میں سوال کیا جس میں تدلیس
کا گمان تھا، امام نے فرمایا کیا تمہیں میرے بارے میں تدلیس کا شبہ ہے حالانکہ اسی
تدلیس کے اشتباہ پر میں نے ایک محدث کی دس ہزار بلکہ اس سے زائد احادیث چھوڑ
دیں اور صرف اندیشۂ تدلیس ہی پر ایک اور محدث کی تمام ہی احادیث چھوڑ دیا۔اسی
طرح امام بخاریؒ اپنی کتابوں کے بارے میں بھی سخت احتیاط فرماتے، ہرکس وناکس
کے ہاتھ میں نہ دیتے بلکہ شیخ مسدد کے بارے میں وہ فرمایا کرتے تھے۔مسدد اپنے نام
کی طرح قابل اعتماد ہیں مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں میرے پاس ہو
یا ان کے پاس ہو۔(ایضا)

صاحب فتح القدیر نے علامہ عجلونی سے امام کی احتیاط کے بارے میں ایک عبرت آموز
واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایام طالب علمی میں ایک بار امام صاحب کو دریائی سفر پیش آیا، امام
صاحب ایک ہزار اشرفیاں لیکر دریا میں سوار ہو گئے ایک رفیقِ سفر بھی مل گیا جس نے
عقیدت مندانہ راہ ورسم کی بناء پر اعتماد قائم کر لیا امام نے اسے اشرفیوں کی بھی اطلاع
دیدی، ایک صبح جب یہ عقیدت مند سو کر اٹھا تو بآواز بلند رونا پیٹنا شروع کیا، لوگوں نے

باصرار پوچھا تو اس نے بتلایا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں گم ہوگئی ہیں اس کی اس درجہ پریشانی کے پیش نظر جہاز والوں کی تلاشی لی جانے لگی ،امام نے یہ دیکھ کر وہ تھیلی سمندر میں ڈال دی امام کی بھی تلاشی لی گئی لیکن جب کہیں سے بھی وہ اشرفیاں ہاتھ نہ آئیں تو جہاز والوں نے اسے بہت شرمندہ کیا، جب سفر ختم ہو گیا اور جہاز سے تمام مسافر اتر گئے تو اس شخص نے امام صاحب سے ملاقات کی اور اشرفیوں کے بارے میں دریافت کیا ،امام نے فرمایا میں انہیں سمندر میں پھینک دیا تھا،اتنی بڑی رقم کا ضیاع آپ نے کس طرح برداشت فرمالیا،امام نے فرمایا کہ جس دولتِ ثقاہت کو میں نے عمر عزیز گنوا کر حاصل کیا ہے اسے چند ٹکوں کے عوض نہیں لٹایا جاسکتا ،ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام نے اپنے لئے جس راہ علم کو اختیار فرمایا تھا وہ کس قدر اخلاص، دیانت ،تقوی،اوراحتیاط پر مبنی تھی۔(ایضا۳۴)

امام ابوحنیفہؒ سے روایت نہ کرنے کی وجہ

کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ چونکہ حنفیہ سے ناراض تھے اس لئے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت نقل نہیں کی ،علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے شدت ِتعصب اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر بے جا تنقید کی وجہ سے اُن کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل نہیں کی ،اسی طرح (بعض الناس) کے ذریعہ امام صاحب پر تعریض کی ہے،اوران پر حدیث کی مخالفت کاالزام لگایا ہے۔

مولانا عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے امام اعظمؒ کے ساتھ وہی روش اختیار کی جو امام جعفر صادق کے ساتھ کی تھی ،علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؓ کو امام بخاری نے قابل استدلال نہیں سمجھا ،حالانکہ وہ جمہور امت کے نزدیک ثقہ ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ محدثین کے متعلق عناد و تعصب کا شبہ کرنا نہایت نہ مناسب

ہے، اکابر کی شان اس سے بلند تھی، علامہ کوثریؒ نے اس بارے میں نہایت مناسب ومعتدل رائے ظاہر کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ قابل غور امر یہ ہے کہ شیخین نے امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، حالانکہ اُن سے صغیر السن تلامذہ سے ان کا لقاء وروایت دونوں ثابت ہیں، اسی طرح امام شافعیؒ کے بعض تلامذہ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی، لیکن امام شافعیؒ کی کوئی روایت اپنی کتاب میں درج نہیں کی، امام بخاریؒ کو امام احمدؒ سے زیادہ ملنے اور اُن کیساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، اس کے باوجود ان سے صرف دو روایتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں ایک تعلیقا اور دوسری کسی کے واسطے سے۔ امام مسلم، امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں اور انھوں نے اپنی کتاب میں اُن سے پورا استفادہ کیا ہے، لیکن امام بخاریؒ سے،، صحیح مسلم،، میں کسی روایت کی تخریج نہیں کی، امام احمد امام شافعیؒ کے تلمیذ رشید ہیں، اور ان سے موطا امام مالکؒ کا سماع بھی کیا لیکن امام مالکؒ کی کُل پانچ روایات امام شافعیؒ کے واسطے سے اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان واقعات اور ان محدثین کرام کے اخلاص و دیانت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کی احادیث کو روایت کرنے والے مشرق ومغرب ہر چہار سو پھیلے ہوئے تھے، اُنکے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں تھا، اس لئے ان محدثین کرام نے صرف اُن راویوں کی روایت کی طرف توجہ فرمائی جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے ان محدثین کا دامن ہر تعصب وعناد سے پاک تھا۔ (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے/ص/۱۹۰۔۱۹۲)

ذریعۂ معاش

سید المحدثین امام المتقین فدائے سنن سید المرسلین حضرت امام بخاریؒ کو میراث میں اپنے والد اسماعیل سے غیر معمولی دولت ملی تھی، احید بن حفص آپؒ کے والد بزرگوار

کے شاگرد رشید کا بیان ہے کہ میں امام صاحبؒ کے والد کی وفات کے وقت حاضر تھا، حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ میں نے مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں پاتا، امام بخاریؒ اس پاکیزہ مال کو تجارت میں (مضاربت کی صورت میں) لگا دیا تاکہ خود تجارتی جھمیلوں سے فارغ ہوکر بہ سکون قلب خدمت دین کرسکیں۔ وراق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کسی مضارب نے امام صاحبؒ کی پچیس ہزار روپے کی کثیر رقم دبالی، امام سے عرض کیا گیا کہ آپ یہاں کے گورنر سے مقروض کے مقام اقامت کے گورنر کے نام ایک مکتوب حاصل فرمالیجئے، رقم بآسانی وصول ہوجائیگی، لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ اگر آج میں گورنر سے مکتوب حاصل کروں گا تو وہ لوگ کل میرے معاملات میں دخل انداز ہوں گے اور میں دنیا کی بدولت اپنے دین کا نقصان برداشت نہیں کرسکتا، درمیان میں کچھ معاملات پیش آئے اور بالآخر امام نے مقروض سے اس بات پر صلح کرلی کہ وہ ہر ماہ دس دس درہم امام کو ادا کریگا لیکن وہ تمام مال ضائع ہوگیا اور کچھ وصول نہ ہوسکا۔

وراق کا بیان ہے امام نے فرمایا میں نے کبھی خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کیا بلکہ میں دوسرے انسان کی معرفت یہ کام کراتا ہوں، اس کا سبب پوچھا گیا تو امام نے فرمایا کہ خرید وفروخت میں ادھر ادھر کی جھوٹی سچی باتیں کرنی پڑتی ہیں جو مناسب نہیں۔

(ھدی الساری ص/۱۲۹۱)

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

ابو حفص آپ کے والد ماجد کے خاص تلامذہ میں سے ہیں انہوں نے ایک دفعہ کچھ مال آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اتفاق کہ شام کو بعض تاجروں نے اسی مال پر پانچ ہزار منافع دے کر خریدنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ صبح بات پختہ کروں گا، صبح ہوئی تو دوسرے تاجر پہنچے اور انہوں نے دس ہزار منافع دے کر وہ مال خریدنا چاہا، آپ نے فرمایا میں

شام کو آنے والے اور صرف پانچ ہزار دینے والے تاجر کو یہ مال دینے کی نیت کرلی تھی ،اب میں اپنی نیت کو توڑنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے دس ہزار نفع کو چھوڑ دیا اور پہلے تاجر ہی کے مال حوالے کردیا۔ (سوانح امام بخاریؒ ص/۲۹)

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

ایک دن سلیمان بن حرب نے ایامِ طالب علمی میں امام صاحب کو دیکھ کر فرمایا تھا اس لڑکے کی بے پناہ شہرت ہوگی اور یہی مقولہ احمد بن حفص سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ اساتذہ کی یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف صادق آئی۔ امام موصوف کی نادرۂ روزگار شخصیت جسکے بارے میں سینکڑوں نا قابلِ یقین واقعات ممالکِ اسلامیہ کے اندر شہرت پا چکے تھے لوگوں کے لئے باعث حیرت واستعجاب تھے۔

امام جہاں بھی تشریف لے جاتے پورا شہر آپ کے استقبال کے لئے اُمڈ پڑتا تھا، آپ جب تحصیلِ علم وکمال سے فارغ ہونے کے بعد خود اپنے شہر بخارا تشریف لائے تو پورا شہر آپ کے استقبال کے لئے ٹوٹ پڑا، شہر کے تمام ہی باعثِ حیثیت لوگ باہر آگئے اور دینار ودراہم بھی امام صاحبؒ پر نچھاور کرنے لگے۔

امام مسلمؒ کا بیان:

جب نیشاپور والوں کو امام صاحبؒ کی تشریف آوری کی اطلاع پہنچی تو شہر والوں نے تین تین منزل سے امام صاحبؒ کا استقبال کیا، میں نے اپنی زندگی میں اس شان وشوکت کا استقبال نہ کسی اہل علم کا دیکھا نہ کسی حاکم کا۔ محمد بن منصور کے بیان کے مطابق۔ آپ کے استقبال میں گھوڑے سوار چار ہزار تھے، پیادہ پا اور خچروں اور گدھوں پر سوار ہونے

والوں کا کوئی شمار نہ تھا۔(ایضاح البخاری ج۱/ص ۳۸)

طبقاتِ تلامذۂ امام بخاریؒ:

امام بخاریؒ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔امام بخاریؒ کے شاگرد فربریؒ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ سے صحیح بخاری کا سماع کیا ہے ان کی تعداد نوے ہزار ہے۔
امام بخاریؒ سے روایت کرنے والوں کو ہم تین طبقات میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلا طبقہ:

اس طبقے میں وہ مشائخ شامل ہیں جن سے امام بخاریؒ نے کسبِ فیض کیا۔ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:عبداللہ بن محمد مسندی،عبداللہ بن منیر،اسحاق بن احمد سرماری،محمد بن خلف بن قتیبہ۔

دوسرا طبقہ:

یہ طبقہ امام بخاریؒ کے ہم عصر مشائخ پر مشتمل ہے جو آپ سے احادیث بیان کرتے ہیں۔اس طبقے کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:ابوزرعہ رازی،ابوحاتم رازی،ابراہیم حربی،ابو بکر بن ابی عاصم،موسیٰ بن ہارون،محمد بن عبداللہ بن مطین،اسحاق بن احمد بن زیرک فارسی،محمد بن قتیبہ بخاری،ابوبکر بن اعین۔

تیسرا طبقہ:

اس طبقے میں وہ تلامذہ شامل ہیں جن کا شمار بڑے بڑے حفاظ میں ہوتا ہے مثلاً:صالح بن محمد جزرہ،ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری،ابوالفضل احمد بن سلمہ،ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ،محمد بن نصر مروزی،ابوبکر بن ابی الدنیا،ابوبکر البزار،حاشد بن اسماعیل،ابوالقاسم بغوی اور حسین بن اسماعیل المحاملی۔یہ وہ تلامذہ ہیں جنھوں نے برہِ راست امام بخاریؒ

کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا، بالواسطہ تلامذہ کی تعداد میں قیامت تک اضافہ اور آپ کے لیے صدقۂ جاریہ کا سامان پیدا ہوتا رہیگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
(صحیح بخاری ترجمہ وفوائد ص/۶۰)

کن تلامذہ سے امام بخاریؒ کا سلسلہ چلا

حافظ ابو جعفر عقیلی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاریؒ نے جب کتاب الصحیح تصنیف فرمائی تو اُسے علی ابن المدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ ابن معین کی خدمت میں پیش کیا، ان سب حضرات نے اس کتاب کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی۔

امام بخاریؒ سے اس کتاب کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے صحیح بخاریؒ کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں:

(۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی المتوفی ۲۹۴ھ (۲) حماد بن شاکر النسفی المتوفی ۳۱۱ھ (۳) محمد بن یوسف الفربری المتوفی ۳۲۰ھ (۴) ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ البزدوی المتوفی ۳۲۹ھ۔ ان میں اول الذکر دونوں بزرگ مشہور حنفی عالم ہیں اور ابراہیم بن معقل ان سب میں اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ وہ حافظ الحدیث بھی تھے، حافظ بن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے شروع میں اپنا سلسلۂ سند ان چاروں حضرات تک بیان کردیا ہے۔ (ماخوذ۔ تاریخ تدوین حدیث ص/۱۹۳۔۱۹۸)

شب ِزندہ دار

امام بخاریؒ بے حد عبادت گذار اور شب بیدار تھے کثرت سے نوافل پڑھتے اور روزے رکھتے تھے۔ رمضان شریف میں ہر روز ایک قران شریف ختم کرتے اور روزآنہ آدھی رات کو اٹھ کر قرآنِ کریم کے دس پاروں کی تلاوت کرتے۔ تراویح میں ختم قرآن کرتے اور ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری مترجم عبدالحکیم ص/۱۴)

امام صاحبؒ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ آپ آخری شب میں تیرہ رکعتیں ادا فرماتے تھے اور ماہ رمضان المبارک میں اسکی رفتار فزوں تر ہو جاتی تھی، حافظ ابو عبداللہ الحاکم کا بیان ہے کہ جب رمضان کی پہلی شب آتی تو لوگ امام صاحبؒ کی خدمت میں جمع ہو جاتے اور امام صاحبؒ انہیں اس شان سے نماز پڑھاتے تھے کہ ہر رکعت میں بیس آیتوں کی تلاوت کرتے تھے اسطرح رمضان شریف میں ایک قران مکمل فرماتے تھے اور پھر خود تنہا نصف شب سے لے کر سحر تک تلاوت فرماتے رہتے تھے، اسطرح ہر تیسرے دن ایک قرآن پاک ختم فرمادیتے تھے اور پھر رمضان شریف میں دن بھر تلاوت فرماتے اور افطار کے وقت تک ایک قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔

(ھدی الساری رص ۱۲۹۳)

امام علیہ الرحمہ کا صبر و تحمل

اس قدر فارغ البالی کے باوصف امامؒ نے طالب علمی کے ایام میں صبر و استقلال کا وہ اہم کردار پیش کیا جو اس فروانی عیش کے ساتھ امام ہی کا حصہ تھا، وراق بخاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امامؒ نے فرمایا میں طلب حدیث کے لئے آدم بن ایاس کے پاس گیا اور خرچ ختم ہو گیا تو میں نے اس سفر میں گھاس اور پتے کھانے شروع کر دیئے جب تین دن ہو گئے تو ایک اجنبی انسان نے مجھے تھیلی دی جس میں دینار تھے۔

(ھدی الساری مقدمۂ فتح الباری رص ۱۲۹۱)

کپڑے بھی فروخت کرنے پڑے

حفص بن عمر الاشقر کا بیان ہے کہ ہم چند ہم سبق جن میں امام بخاریؒ بھی شریک تھے بصرہ میں احادیث لکھا کرتے تھے لیکن درمیان میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام کئی دن تک نہ آئے تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ خرچ ختم ہو گیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ امام

کو بدن کے کپڑے بھی فروخت کرنے پڑ گئے چنانچہ ہم نے امام کے لئے چندہ کیا اور کپڑے تیار کرائے پھر امام نے درس میں شرکت فرمائی، اس فقر کشی کا اثر یہ تھا کہ ایک مرتبہ امام بخاریؒ بیمار ہو گئے تو ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا تو اطباء نے تشخیص کے بعد کہا؛ یہ قارورہ ان پادریوں کا معلوم ہوتا ہے جو سالن کبھی نہیں کھاتے، امام بخاریؒ نے تصدیق کی اور کہا کہ میں نے چالیس برس سے سالن استعمال نہیں کیا ہے، اطباء نے سالن تجویز کیا لیکن امام بخاریؒ اس آرام طلبی کو کہاں منظور کرتے صرف اتنا منظور فرمایا کہ روٹی کو شکر کے ساتھ کھالوں گا؛ حقیقت یہی ہے کہ (**لا ینال العلم براحة الجسم**) عیش وآرام، راحت طلبی میں علم نہیں ملتا، علم کی دولت تو نہایت جدو جہد، تکلیف ومشقت سے ملتی ہے۔ (نصر الباری رج ۱رص ۳۸)

امام بخاریؒ کا اینٹیں اٹھانا

اس طرح مشقتیں برداشت کرنا امام کی فطرت میں داخل ہوگیا تھا شہر بخارا سے باہر ایک مہمان خانہ تعمیر کرایا تو اینٹیں پہونچانے والے مزدوروں کے ساتھ امام صاحبؒ بھی اپنے سر پر اینٹیں اٹھاتے تھے کسی شاگرد نے کہا آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں، لیکن امام نے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ دراصل کام آنے والی خدمت یہی ہے۔

(ھدی الساری رص ر۱۲۹۳)

پوری زندگی عبادت اور کائنات عبادت گاہ!

مومن کی زندگی متفرق اور متضاد اکائیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایسی وحدت کاملہ ہے جس میں عبادت واحتساب کی روح کارفرما ہے اور اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت کا جذبہ اس کی قیادت کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ودنیا کی علاحدگی کے نظریے کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت، ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا حضرت امام

موصوف متبع السنہ کی مبارک زندگی اسی کا مجموعہ تھی جس کی تصویر آپ اس کتاب میں جا بجا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے:

امام صاحبؒ کا ایک واقعہ نماز میں استغراق کا حافظ ابنِ حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد نفل میں مشغول ہو گئے، نوافل سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو قمیص کے اندر کچھ ہے تو نہیں؟ ساتھوں نے دیکھا تو بھڑ نکلی، اور اس کے ڈنک مارنے کے جسم پر سترہ نشانات تھے اور جسم کا وہ حصہ متورم ہو چکا تھا، ایک صاحب نے کہا آپ نے نماز کیوں نہیں توڑی، آپ نے فرمایا میں ایک ایسی سورت کی تلاوت میں مشغول تھا کہ دل نہیں چاہا کہ اس کو ختم کئے بغیر نماز توڑ دوں۔

(ھدی الساری ص/۱۲۹۳/محدثینِ عظام اوران کے علمی کارنامے/ص/۱۷۰)

اخلاق حسنہ......

محمد بن ابی حاتم ورّاق کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ سفر میں بطور خادم رہتا تھا آپ کتاب التفسیر لکھتے وقت رات میں پندرہ بیس مرتبہ بیدار ہوتے تھے۔ ہر مرتبہ خود ہی آگ جلاتے تھے اور احادیث شریفہ پر نشان لگاتے تھے اور درمیان میں کچھ کچھ آرام بھی فرماتے تھے اور آخری شب میں تہجد بھی پڑتے تھے لیکن مجھے بیدار نہیں فرماتے تھے۔

میں نے یہ سب جان کر عرض کیا میں آپکا خادم ہوں آپ نے خود ہی سب تکلیف اٹھائی مجھے بیدار نہیں کیا، حضرت نے فرمایا کہ تم جوان آدمی ہو، مجھے تمہاری نیند میں خلل ڈالنا اچھا نہیں لگا اس لئے یہ سارے کام میں خود ہی کر لیتا ہوں۔ (ھدی الساری ص/۱۲۹۴)

قناعت پسندی

امام بخاریؒ سادگی اور قناعت کے وصف سے بھی متصف تھے۔تمام زندگی کسی امیر یا بادشاہ کی فیاضی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم نے ورثہ میں کافی مال و دولت چھوڑی،اسی پر آخری عمر تک آپ نے قناعت کی۔

نظافت پسندی

آپ کا حلقۂ درس بڑا وسیع تھا اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے طلباء ان کی مجلسِ درس میں شریک ہوتے تھے مجلسِ درس کبھی مسجد میں کبھی مکان پر منعقد ہوتی تھی دونوں جگہ صفائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ایک دفعہ اثنائے درس میں ایک طالب علم نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال کر فرش پر ڈال دیا،امام صاحب کی جب نظر اس تنکے پر پڑی تو چپکے سے اٹھے اور تنکے کو اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دیا۔ (ایضاً ص ۲۳)

سخاوت

امام بخاری جس قدر مال سے غنی تھے اس سے زیادہ ان کا دل غنی تھا۔بعض اوقات ایک دن میں تین سو درہم صدقہ کیا کرتے تھے۔وراق کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی ماہانہ آمدنی پانچ سو درہم تھی اور یہ تمام رقم طلبہ پر خرچ کرتے تھے۔(صحیح بخاری مترجم عبدالحکیم ص ۱۴)

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے پاس کچھ زمینیں تھیں جس کو آپ کرائے پر دیا کرتے تھے اُس کا سالانہ کرایہ سات سو درہم آپ کو وصول ہوتا تھا، جو اُس دور کی بہت

بڑی رقم ہوتی تھی وہ شخص جس کے پاس آپ کی زمین کرائے پر تھی کبھی کبھی آپ کی خدمت میں اپنے کھیت میں سے کچھ ککڑیاں بھیج دیا کرتا تھا اور آپ کو عمدہ ککڑیوں کا شوق تھا اُس کے عوض میں آپ اس کو سو درہم کا عطیہ دیا کرتے تھے جبکہ اُن ککڑیوں کی قیمت بہت ہی معمولی ہوتی تھی۔ (سیدالمحدثین رص ر۹۰)

احتساب زندگی

امت اسلامیہ پر عالمی نگرانی، اخلاق ور جحانات، انفرادی وبین الاقوامی طرزِعمل کے احتساب، انصاف کے قیام، شہادت حق، امر معروف ونہی منکر کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اوراس کو قیامت کے دن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی پر جواب دہ بنایا گیا۔ اسی مشن کی تکمیل اورادائے ذمہ داری پراوراپنی زندگی کومحتاط طریقہ پر گذارنے کی اور تقوی طہارت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کی امام بخاریؒ ہمیشہ سعی وکوشش کرتے تھے، اورظاہر وباطن میں خدا سے بے حد ڈرتے تھے، مشتبہات سے بچتے، اور لوگوں کے حقوق کا پورا خیال کرتے تھے۔ جیسے

آپ کو تیر اندازی کا بے حد شوق تھا، ایک مرتبہ ان کا تیر نہر کے پُل پر لگا اوراس کی کیل خراب ہوگئی۔ امام بخاریؒ بہت پریشان ہوئے اور پُل کے مالک حمید بن اخضر کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم کو کیل بدلنے کی اجازت دیں یا کیل کی قیمت لے لیں اور یا ہماری غلطی معاف کردیں، حمید بن اخضر نے سلام بھیجا اور کہا اے ابوعبداللہ میں صرف یہ کیل نہیں بلکہ اپنی تمام جائیداد کا تمہیں مالک بناتا ہوں جس طرح چاہو ان میں تصرف کرو۔ امام بخاریؒ نے جب یہ جواب سنا تو آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، اسی خوشی میں آپ نے پانچ سو احادیث بیان کیں اور تین سو درہم صدقہ کردئے۔

(صحیح بخاری مترجم عبدالحکیم رص ر۱۴)

شاعر باکمال

امام بخاریؒ کا فضل وکمال تو فن حدیث میں تھا ہی اور ان کے اس کمال پر علماء امت میں سلف وخلف متفق ہیں۔ لیکن اس کے باوجود امام موصوف ایک بہترین شاعر تھے، اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو حافظہ بھی غضب کا عطا فرمایا تھا علامہ زرکلیؒ بڑی صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں آپ حضرات کو صرف احادیث مع اسناد ہی یاد نہیں تھی بلکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو مختلف علوم کے بیس ہزار اشعار بھی ازبر تھے۔

(حافظہ اور ذہانت کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۱۴)

امام بخاریؒ کے کچھ اشعار

اِغْتَنِمْ فِی الْفَرَاغِ فَضْلَ رُکُوْعٍ فَعَسٰی اَنْ یَکُوْنَ مَوْتُکَ بَغْتَۃً

فرصت کے لمحات میں نماز کے حصول کو غنیمت سمجھو اس بات کا ہر وقت امکان ہے کہ تمہاری موت اچانک آجائے

کَمْ صَحِیْحٍ رَاَیْتُ مِنْ غَیْرِ سُقْمٍ ذَھَبَتْ نَفْسُہُ الصَّحِیْحَۃُ فَلْتَۃً

میں نے اپنی زندگی میں متعدد لوگوں کو صحت مند دیکھا مگر یکبارگی اور اچانک وہ موت کا شکار ہو گئے۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے بھی اپنی مشہور کتاب طبقاتِ کبریٰ میں امام بخاریؒ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔

مِثْلُ الْبَھَائِمِ لَا تَرَی آجَالَھَا حَتّٰی تُسَاقُ اِلَی الْمَجَازِ تُنْحَرُ

اہلِ غفلت کی مثال چوپایوں کی طرح ہے جن میں اپنی عاقبت کا کوئی احساس نہیں ہوتا ہے۔ بالآخر انہیں مذبح خانہ لے جایا جاتا ہے اور وہ ذبح کردیئے جاتے ہیں

خَالِقُ النَّاسِ بِخُلُقٍ وَاسِعٍ لَا تكُنْ كَلْبًا عَلَى النَّاسِ تَهِرُّ
تم لوگوں سے حسنِ اخلاق کا برتاؤ کرو اس کتے کے مانند نہ بنو جو بھونکتا رہتا ہے
(سید المحدثین رص ۹۵)

حضرت امام بخاریؒ کا عفو درگذر

عبداللہ بن محمد صارفیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام بخاریؒ کے پاس تھا ان کے گھر میں باندی آئی وہ گھر میں داخل ہوئی اور اس کے پاؤں سے امام بخاری کیؒ روشنائی گر گئی، آپ نے غصہ کی حالت میں فرمایا کیسے چلتی ہو اس نے جواب دیا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں۔ آپ نے بجائے غصہ کرنے اور مارنے کے ہاتھ پھیلائے اور فرمایا جاؤ ہم نے تم کو آزاد کیا لوگوں نے کہا اس نے آپ کو غصہ میں ڈالا اور آپ نے اس کو آزاد فرمایا، حضرت والا نے فرمایا جو میں نے کیا ہے میں اس پر راضی وخوش ہوں کیونکہ معاف کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ (ھدی الساری ص ر۱۲۹۱)

ایک مرتبہ آپ نے ابو معشر ایک نابینا بزرگ سے فرمایا کہ ائے ابو معشر تم مجھے معاف کردو، انہوں نے حیرت واستعجاب کے ساتھ کہا کہ حضرت یہ معافی کس بات کی ہے؟ آپ نے بتلایا کہ آپ ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرط مسرت میں انوکھے انداز سے اپنے سر اور ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے، جس پر مجھ کو ہنسی آ گئی۔ میں آپ کی شان میں اسی گستاخی کے لئے آپ سے معافی کا طلبگار ہوں، ابو معشر نے جواب دیا حضرت آپ سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہے۔ (سوانح امام بخاریؒ رص ر۳۰)

آپؒ محدثینِ عظام کی نظر میں

(۱) آپ کے استاذ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ حافظہ تو چار اشخاص کے پاس ہے، محمد بن اسماعیل بخاری، ابو زرعہ، دارمی، حسن بن شجاع بلخی، اور مزید ارشاد فرماتے کہ خراسان نے امام بخاریؒ جیسا کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور کبھی اس طرح فرماتے کہ علاقۂ خراسان سے ہمارے پاس کوئی محمد بن اسماعیل بخاریؒ جیسا محدث اور فقیہ نہیں آیا۔

ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں　　　ہوتا ہے اک بہشت کا دانہ انار میں

(آتش لکھنوی)

(۲) امام مسلمؒ ایک بار اپنے استاذ امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا حضرت مجھے اپنے پاؤں چومنے کا موقع دیجئے، آپ استاذوں کے استاذ، محدثوں کے مرجع وسند اور علل حدیث کے ماہر ہیں۔

(۳) امام ترمذیؒ جو آپ کے شاگرد اور جلیل القدر عظیم المرتبت محدث وفقیہ ہیں، فرماتے ہیں کہ میں عراق وخراسان میں عللِ حدیث، معرفتِ اسانید، اور رجالِ حدیث کی تاریخ میں حضرت امام بخاریؒ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(۴) ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن جعفر سے سنا، اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی عمر میں سے کچھ حصّہ امام بخاریؒ کو دے دیتا تو ایسا ضرور کرتا اس لئے کہ میری موت تو فقط ایک ہی آدمی کی موت ہے اور امام صاحب کی موت علم کا بہت بڑا نقصان ہے۔

(۵) محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ مجھے ابو مصعب زہری نے بتایا کہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہماری نظر میں امام احمد بن حنبل سے زیادہ بڑے فقیہ اور محدث تھے یہ سن کر میں

نے کہا کہ تم نے مبالغہ کیا، کہنے لگے، نہیں، اگر تم امام مالکؒ کو دیکھ کر پھر امام بخاریؒ کو دیکھتے تو تم کہتے کہ دونوں حدیث وفقہ میں ایک جیسے ہیں۔ ویسے بھی امام بخاریؒ کو امام مالکؒ کے ساتھ عادات واخلاق اور علم کی قدر واہمیت میں بڑی مشابہت تھی۔

(٦) امام بخاریؒ اپنے جلیل القدر استاذ اسحاق بن راہویہ کی نظر میں، وہ فرماتے تھے کہ اے لوگوں اس نوجوان عالم (محمد بن اسماعیل بخاریؒ) سے احادیث سن کر لکھا کرو۔ اگر یہ نوجوان حسن بصریؒ کے زمانے میں ہوتا تو وہ بھی اس نوجوان کے علم کے محتاج ہوتے ۔اور اسحاق بن راہویہ آپ کو اپنے برابر تخت پر بٹھاتے تھے۔

(٧) ابوطیبؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری علم وعمل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔

(٨) امام الائمہ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں: کہ آسمان تلے امام بخاریؒ سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ (ایضا٥٠۔٦٩)

(٩) سلیمان بن حرب ایک مرتبہ آپ کو دیکھ کر فرمایا؛ ھذا یکون لہ صیت؛ اس کو شہرۂ آفاق شہرت حاصل ہوگی۔
احمد بن حفص نے بھی ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا۔
نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر
(١٠) قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں فقہاء، زہاد اور عبّاد سب کے پاس بیٹھا ہوں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے بخاریؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا یہ اپنے زمانے میں ایسے ہیں جیسے صحابہ کے درمیان حضرت عمرؓ۔

(۱۱) عبداللہ بن حماد آملی فرماتے ہیں کہ مجھے امام بخاریؒ کے جسم کا ایک بال ہونا زیادہ پسند ہے۔ (حالاتِ مصنفین درسِ نظامی ص/۸۱)

دورِ ابتلاء و آزمائش

حدیث میں ہے کہ **اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل**

چنانچہ امام موصوفؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے امتحان میں ڈالا، امام موصوفؒ ۲۵۰ھ میں جب نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن یحییٰ ذہلی نے لوگوں سے کہا اس نیک عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، اُن کے کہنے سے لوگ آپ کی خدمت میں اس کثرت سے حاضر ہوئے کہ خود ان کی مجلس خالی ہوگئی پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان لفظوں میں کھینچی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی بادشاہ اور کسی عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے لوگ نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے۔ امام صاحبؒ نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے امام ذہلیؒ نے اعلان کر دیا تھا کہ کسی اختلافی مسئلے میں امام صاحب سے گفتگو نہ کی جائے، ورنہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہو تو خراسان کے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے، لیکن امام صاحبؒ کے آنے کے دو چار دن بعد ایک شخص مستقل قرآن کے الفاظ کے متعلق سوال کرتا رہا، اس لئے مجبوراً امام صاحبؒ کو اس کا جواب دینا پڑا۔

آپ نے فرمایا: قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے، الفاظ ہماری زبان کا فعل ہے، اور ہمارے تمام افعال مخلوق ہیں اور اس مسئلہ میں امتحان لینا بدعت ہے۔

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو — راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

عوام اس دقیق جواب کو سمجھ نہ سکی اور یہ مسئلہ خلقِ قرآن بھڑک اٹھا، امام ذہلی نے امام صاحب کی پر زور مخالفت کی، اور اپنی مجلس میں اعلان کرادیا جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کا قائل ہو، وہ ہماری مجلسِ درس میں نہ آئے، اس پر امام مسلم احمد بن سلمہ جو حلقۂ درس کے ممتاز طالب علم تھے امام ذہلی کی ساری تقریریوں کو واپس کر دیا اور ان کا حلقہ چھوڑ دیا۔ (محدثینِ عظام اور ان کے علمی کارنامے رص ۱۷۱ تا ۱۷۲)

مسئلۂ خلق قرآن اور امام بخاریؒ کا نقطۂ نظر

خلق قرآن کے بارے میں اوپر جو امام صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے، اس سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام احمدؒ کے خلاف ہیں، حالانکہ کہ اگر غور کیا جائے تو فی الواقع دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ معتزلہ نے جب یہ مسئلہ اٹھایا کہ جس طرح خدا نے دنیا کو کن فیکون کے ذریعہ پیدا کیا ہے، اسی طرح قرآن کو بھی پیدا کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مخلوق ہے لیکن یہ عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور باری تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ متلو اور تلاوت کے درمیان فرق ہے، متلو تو قدیم ہے اور تلاوت ہمارا فعل ہے اس لئے وہ حادث ہے، بعض لوگ اس تفریق کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن امام بخاریؒ متلو اور تلاوت کے درمیان فرق کرتے تھے اور امام ذہلیؒ کو اس پر اعتراض تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے ان لوگوں پر جنہوں نے کلام اللہ کو مخلوق یا غیر مخلوق کہا اس بارے

میں توقف اختیار کیا ہے، اس لئے سخت تنقید کی ہے اور پوری قوت سے ان کا رد کیا ہے، تا کہ آئندہ کے لئے اس مسئلہ پر گفتگو کا دروازہ بند ہو جائے، بعد میں حنابلہ نے یہاں تک غلو کیا کہ کلامِ مجید کی روشنائی، اوراق اور جس قلم سے قرآن مجید لکھا گیا اسکو تک قدیم کہہ دیا۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق　　　آدمی کا دشمن آدمی خدا کی شان ہے

امام بخاریؒ کو اس غلو سے اختلاف تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا جیسا کہ بخاری جلد ثانی (بابِ خلق اٴفعال العباد) میں اسکی طرف اشارہ موجود ہے، اس بناء پر امام بخاریؒ اور حنابلہ میں کشمکش پیدا ہوگئی، اور امام صاحب کو قید و بند کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں، کیونکہ حکومت پر حنابلہ کا اثر تھا، غرض نیشاپور میں لوگوں نے محض فتنہ انگیزی کے لئے اس قسم کے سوال و جواب پر امام صاحبؒ کو مجبور کیا، جس کے نتیجہ میں آپ کو نیشاپور چھوڑ کر اپنے وطن مالوف بخارا واپس آنا پڑا۔

(محدثینِ عظام اور ان کے علمی کارنامے رص ۱۷۴)

وطنِ عزیز واپسی

آپ کے شہر میں آپ کا بڑا ہی زبردست استقبال ہوا، میلوں تک قبے لگائے گئے، پورے شہر نے خوش آمدید کہا اور دراہم و دنانیر نچھاور کئے گئے۔ پھر یہاں پر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ حاکمِ بخاریٰ کے ساتھ تلخی کی نوبت آگئی جس کو خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں یوں لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ امیرِ بخارا خالد بن احمد نے آپ سے درخواست کی کہ وہ قصرِ شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں۔ امام صاحب نے یہ درخواست نہ منظور کی، اور آپ نے فرمایا کہ

اگر آپ اپنے شہزادوں کو تعلیم دلانا چاہتے ہیں تو ان کو میرے درس میں بھیج دیں میں قصرِ شاہی میں نہیں آسکتا۔امیرِ بخارا نے کہا اس کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جب میرے بیٹے آپ سے تعلیم حاصل کریں تو اس وقت دوسرے طالبِ علم ان کے ساتھ نہ ہو۔امام صاحب نے یہ درخواست بھی نہ منظور کی اور فرمایا: میری مجلس عام ہے جس کا جی چاہے آکر شریک ہو امیرِ بخارا آپ کے اس جواب سے آپ سے ناراض ہوگیا اور حکم دے دیا کے میرے شہر سے نکل جاؤ۔امام صاحب نے وطن سے نکلنا گوارا کر لیا مگر علم کی ذلت گوارا نہیں کی۔(سیرتِ امام بخاریؒ رص ۲۲)

دل فقر کی دولت سے میرا اتنا غنی ہے　　دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

اس کے بعد دونوں کے درمیان وحشت بڑھ گئی اور مخالفت کا باب کھل گیا اِدھر حاکمِ بخارا نے سوچا کہ ایک دم ان پر کوئی کاروائی کروں گا تو تمام لوگ میرے مخالف ہوجائیں گے اس لئے اس نے بعض علماء کو استعمال کیا اور محمد بن یحیی ذہلی کا پرچہ جس میں امام بخاری کے بارے میں لکھا تھا۔(کہ مخالفِ سنت ہیں اور معتزلہ جیسا عقیدہ رکھتے ہیں قرآن کریم کو مخلوق کہتے ہیں)۔اس کو ملا اور اس نے یہ پرچہ اہلِ بخارا کو سنایا۔اس کے باوجود عام اہلِ بخارا امام بخاری کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے مگر اس نے بخارا سے نکلنے کا آرڈر کر دیا امام بخاری قدس سرہ العزیز نے وہاں سے نکلنے میں ہی عافیت سمجھی اور آپ اپنا وطن چھوڑ کر نکل گئے۔اس طرح ترکِ وطن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و مشابہت حاصل ہوئی بعد میں اس حاکم کا حال خراب ہوا اور گدھے پر بٹھا کر رسوا کیا گیا۔پہلے نیشاپور چھوڑا اور اب اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا۔اپنے وطن میں ہیں مگر بے وطن ہیں۔ (سید المحدثین رص ۱۰۰)

یہ ہے شان ولایت

علامہ ذہبیؒ ابراہیم بن معقل نسفی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل کو اس روز جس روز آپ کو بخارا سے نکالا گیا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت ایک دن وہ تھا کہ آپ پر دراہم ودنانیر وغیرہ نچھاور کئے جارہے تھے اور شاندار استقبال ہوا تھا اور ایک آج کا دن ہے کیسا لگ رہا ہے، فرمایا : **لا ابالی اذا سلم دینی** جب میرا دین صحیح سالم وباقی ہے تو میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار وتمکین　　　وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

الغرض بخاریٰ سے نکل کر بیکند تشریف لے گئے اہلِ سمرقند نے آپ کی خدمت میں دعوت نامہ ارسال کیا اور آپ سے وہاں قیام فرمانے کی فرمائش کی آپ نے سمرقند کا ارادہ فرمایا اور وہاں لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ملی تو بہت سے خوش ہوئے بعضوں نے مخالفت کی یہاں تک کہ اختلاف وانتشار پیدا ہوگیا ابھی سمرقند پہونچنے میں کچھ مسافت باقی تھی اس کے قریب ایک جگہ (خرتنگ) میں جہاں امام صاحب کے کچھ عزیز واقارب قیام پذیر تھے ان کے پاس ٹھہرے، وہاں آپ کو خبر ملی سمرقند میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ ایک فریق آپ کے قیام سے راضی اور دوسرا فریق مخالف ہے۔
اس خبر سے امام موصوف کو بڑا گہرا صدمہ پہنچا۔ (سیدالمحدثین رص۱۰۲)

رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی بجھنا　　　الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت

تمنائے موت

اور آپ نے تہجد کی نماز میں دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی ہے اس لئے مجھے اپنے پاس بلالے۔

غالب بن جبرئیل جن کے یہاں قیام تھا فرماتے ہیں کہ میں نے خود یہ دعا کرتے سنا جس کے کچھ روز بعد ہی آپؒ مریض ہو گئے اور مرض بڑھتا گیا۔ (سید المحد ثین رص ر۱۰۳)

مسئلۂ تمنائے موت

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے امام بخاریؒ کے اس قصہ سے تمنائے موت کے جواز پر استدلال کیا ہے، مگر مشہور مسلک عدم جواز ہے کیونکہ احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

لیکن مسلم کے بعض طرق میں اتنا اضافہ ہے لضر نزل بہ یعنی محض دنیوی تکالیف کی وجہ سے تمنائے موت ممنوع ہے مگر ایسی صورت میں کہ دین کا تحفظ اور تبلیغ واظہار مشکل ہو جائے تمنائے موت جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے دوسری صورت میں تمنائے موت کی تھی۔ (سید المحد ثین رص ر۱۰۳)

سمرقند کا قصد

کچھ دنوں بعد امام موصوف کو معلوم ہوا کہ اہل سمرقند نے تحقیقِ واقعات کے بعد بلا لینے کے لئے اتفاق کرلیا ہے اور سب خوش ہیں تو آپؒ نے تیاری کی اور سواری طلب فرمائی، موزے پہنے اور عمامہ باندھا ایک طرف سے غالب بن جبرئیل نے سہارا دیا اور دوسری طرف سے کسی اور نے سہارا دیا۔

موت ہی ہے علاج عاشق کا　　　اس سے اچھی نہیں دوا کوئی

(سید المحد ثین رص ۹۹ تا ۱۰۴)

آپؒ کا انتقال پرُ ملال

امام صاحبؒ کی دعا قبول ہوچکی تھی امام سواری کی جانب چند قدم ہی چل پائے تھے کہ فرمایا ضعف بڑھتا جارہا ہے مجھے چھوڑ دو، سہارا دینے والوں نے چھوڑ دیا امام صاحبؒ نے کچھ دعائیں کیں آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی ملأ اعلیٰ کی طرف کشش بڑھ گئی اور غایت شوق میں روحِ مقدس قفص عنصری سے محبوب تعالیٰ کی زیارت کے لئے ۳۰ رمضان المبارک شب عید الفطر ۲۵۶ھ بمطابق ۱۳۱ اگست ۸۷۰ء بوقت نماز عشاء تیرہ دن کم باسٹھ ۶۲ سال کی عمر میں پرواز کرگئی ۔ اور عید کے روز ہی بعد نماز ظہر بستی خرتنگ میں دفن ہوئے ۔ چونکہ آپؒ کے جنازے پر لوگ بکثرت آئے جس کی بنا پر سواریوں کی تنگی پیش آئی ۔ اُسی دن سے اُس بستی کا نام خرتنگ مشہور ہوگیا۔ روح پرواز کرجانے کے بعد بھی برابر جسم پر پسینہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ کو غسل دے کے کفن میں لپیٹ دیا گیا۔ کچھ لوگ سمرقند لے جانے کے خواہشمند ہوئے مگر خرتنگ ہی میں تدفین کے لئے اتفاق ہوگیا۔ عید الفطر کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک خلقِ کثیر نے تدفین میں شرکت کی ۔ اور آج وہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب عالمتاب دنیائے اسلام کا محسن اعظم خاک میں چھپ گیا اور دنیا میں تاریکی ہوگئی اس طرح یہ مہتابِ حدیث سپردِ خاک ہوا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر دنیائے اسلام میں ایک تہلکہ برپا ہوگیا، ہر شہر وقریہ میں مسلمانوں نے غم کا اظہار کیا۔ ایک شاعر نے آپؒ کے سال ولادت اور سال وفات دونوں کو ایک ہی بند میں جمع کردیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

کان البخاری حافظا و محدثا جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ صدق ومدۃ عمرہ فیھا حمید وانقضی فی نور
۱۹۴ ۶۲ ۲۵۶

(سوانح حیات امام بخاریؒ رص ۳۹)

ایک مرثیہ کے چند اشعار

اک جنازہ جا رہا ہے دوش عظمت پر سوار	پھول برساتی ہے اُس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن کا تار تار	ابر گوہر بار کے اندر ہیں درّ شاہوار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار	آفتابِ علم وتقویٰ چھپ گیا زیر مزار
اللہ اللہ ذوق وشوقِ آمد ماہ صیام	مصحفِ حق کی تلاوت روز وشب اور صبح وشام
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک	اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک
عمر بھر کرتا رہا وہ خدمتِ دین رسولؐ	جان ودل میں بھر رہی تھی الفتِ دین رسول
عشق نے ہو کر فنا پائے مقامات بلند	عشق ہے دونوں جہاں میں کامیاب وار جمند

عشق نے ہو کر فنا پائے مقامات بلند

خطیب عبد الواحد بن آدم کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں چند اصحاب کرام کے ساتھ کسی کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا میں نے سلام کے بعد عرض کیا حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا میں محمد بن اسماعیل بخاریؒ کا انتظار کر رہا ہوں، چند روز کے بعد جب امام صاحبؒ کے انتقال کی خبر پہنچی تو میں نے خواب کے وقت کے بارے میں سوچا، تو میرا خواب اور امام صاحبؒ کے انتقال کا وقت یکساں تھا۔ (ایضاً ۴۳)

الجزاء من جنس الاعمال

اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو کرامات سے بھی نوازتے ہیں، کسی ولی کی کرامت حیات میں اور کسی کی بعد میں ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کے دفن کے بعد آپ کی قبر

مبارک سے بہت تیز خوشبو مشک وعنبر کی مہکتی رہتی اور لوگوں نے بطورِ تبرک آپ کے مزار سے مٹی اٹھانا شروع کر دیا یہاں تک کے جب قبر کی حفاظت مشکل ہوگئی تو مزار کا نشان باقی رکھنے کیلیئے اس کا انتظام کرنا پڑا کہ لوگ مٹی نہ لے جاسکیں یعنی احاطہ بنانا پڑا تھا۔ (سید المحد ثین رص/۱۰۶)

قبر پر نور کا مینار

علامہ ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر مبارک کے اوپر نور کے لمبے ستون دکھائی دیتے تھے جن کو دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے۔

اللہ اکبر! یہ سب منجانب اللہ آپ کے مقام ومرتبہ کو ظاہر کرنے کیلیئے اور حاسدین ومعاندین کی تنبیہ کے لئے ہوا، یہ دیکھ کر بہت سے آپ کے مخالفین نے قبر کے پاس توبہ کی اور آپ کی عظمت کے دل وجان سے قائل ومعترف بن گئے۔ (سید المحد ثین رص ۱۰۶)

آپؒ متبع السنہ تھے

محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو دیکھا کہ وہ آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جارہے ہیں اور حضور جس جگہ قدم رکھتے ہیں امام بخاریؒ بھی وہیں قدم رکھتے ہیں اس میں بالکل واضح اشارہ ہے کہ آپ بالکل متبع سنت تھے۔ (سید المحد ثین رص/۱۰۸)

حضور ﷺ کا سلام کہلوانا

فربریؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ کسی جگہ جارہا ہوں تو حضور پاک علیہ السلام نے پوچھا کہاں جارہے ہو میں عرض کیا محمد

بن اسماعیل کے پاس، فرمایا جاؤ اوران کو میرا اسلام کہنا۔ ان خوبوں سے آپ کا مقبولِ الٰہی اور مقبولِ رسول ہونا سمجھ میں آتا ہے اور ایسے خوابات اللہ پاک کی بڑی بھاری نعمت ہے جیسا کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا ہے۔ **الرؤ یا التی ھی نعمة من نعم الله** (سیدالمحدثین/ص/۱۰۸)

تصانیف امام بخاریؒ

حضرت امام بخاریؒ کی بخاری شریف کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ بقول علامہ قسطانیؒ کے آپ کی جملہ تصانیف بے انتہاء مفید ہیں اُن کے فائدہ کا انکار وہی احمق کرسکتا ہے جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو اور ان تمام تصانیف میں سب سے اعلیٰ اور افضل اصح الکتب بعد کتاب اللہ جامع صحیح ہے۔

(۱) قضایا الصحابہ والتابعین
(۲) التاریخ الکبیر
(۳) الادب المفرد
(۴) التفسیر الکبیر
(۵) التاریخ الاوسط
(۶) الجامع الکبیر
(۷) اسامی الصحابہ
(۸) کتاب المبسوط
(۹) الجامع الصغیر فی الحدیث
(۹) کتاب الکنیٰ

(۱۰) کتاب الرقاق

(۱۱) التاریخ الصغیر

(۱۲) المسند الکبیر

(۱۳) کتاب الوحدان

(۱۴) کتاب الاشربۃ

(۱۵) خلق افعال العباد

(۱۶) کتاب الفوائد

(۱۷) کتاب الھبۃ

(۱۸) جزء القرأۃ خلف الامام

(۱۹) رفع الیدین

(۲۰) کتاب الضعفاء الصغیر

(۲۱) کتاب العلل

(۲۲) الجامع الصحیح البخاری

ان کتابوں کے تفصیلی تعارف کے لئے فضل الباری اور ظفر المحصلین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (سید المحدثین ص/۱۱۶)

ابوحاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے عرض کیا: آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آپ کو یاد ہے؟ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا: ان تصانیف میں جو کچھ ہے اُن میں سے کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے: نیز میں نے تمام کتابوں کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا ہے۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام تصانیف میں دو لاکھ سے زیادہ احادیث جمع کی ہیں۔ آپ اپنی تالیف کے بارے میں خود فرماتے ہیں

: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے ان تصانیف میں برکت فرمائے گا۔ان تمام تصانیف میں جو قبولیت اور شہرت دوام صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ دوسری کسی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام بخاریؒ کو اتنی عظیم محنت کا اپنے یہاں اجر جزیل عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن خدامِ حدیث میں اٹھائے۔آمین یارب العالمین (صحیح بخاری رص ر۶۲)

امام صاحبؒ کا مسلک

ابو عاصم نے امام بخاریؒ کو طبقات الشوافع میں شمار کیا ہے، کیونکہ انہوں نے کرابیسی ،ابو ثور اور زعفرانی رحمہم اللہ سے احادیث سنیں اور حمیدی سے فقہ پڑی اور یہ تمام حضرات امام شافعیؒ کے تلامذہ ہیں ،اس لئے امام بخاریؒ شافعی ہوئے ،دوسری طرف علامہ ابوالحسن ابن العراقی فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ حنبلی تھے کیونکہ امام کے اپنے بیان کے مطابق بغداد میں امام صاحب کی تشریف آوری آٹھ مرتبہ ہوئی اور ہر مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس حاضری ہوئی ،اور آخری بار تو امام احمدؒ نے امام بخاری کو اجازت دیتے ہوئے تأمل بھی فرمایا اس لئے امام صاحب حنبلی ہوئے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیلِ علوم کی بناء پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں انہوں نے جس طرح احناف سے اختلاف کیا ہے وہاں حضراتِ شوافع سے بھی اختلاف کیا ہے لیکن مشہور مسائل میں ان کی رائے شوافع کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں اگر صرف اس دلیل کے پیشِ نظر کہ انہیں حضراتِ شوافع سے شرفِ تلمذ رہا ہے انہیں شافعی کہنے کا جواز نکالا جاسکتا ہے تو امام بخاریؒ اسحاق بن راہویہ کے بھی شاگرد ہیں جو حنفی المسلک تھے اور تحصیل علوم کے لئے

رحلت سے قبل امام صاحبؒ نے فقہ حنفی بھی حاصل کیا تھا اسلئے انہیں سب سے پہلے حنفی کہنا چاہیے تھا، لیکن امام صاحبؒ کے اجتھاد اور تراجم ابواب میں انکی بالغ نظری کے پیشِ نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ (ایضاح البخاری رج ۱رص ۴۲)

بخاری شریف کے متعلق کچھ مفید باتیں

امام بخاریؒ کی کُل تصانیف میں الجامع الصحیح مستند ترین کتاب ہے، آج دنیا میں صحیح بخاری کے نام سے کون واقف نہیں، اس کتاب کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی، دنیا کے اُن تمام حصوں میں جہاں جہاں اسلام پہنچا یہ کتاب بھی پہنچی، امام بخاریؒ کو جن وجوہات کی بناء پر علمائے حدیث نے امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا، اُن میں سے ایک یہ مبارک کتاب بھی ہے، یہ رتبہ یہ فضیلت اور یہ شرف نہ کسی محدث کی کسی تصنیف کو حاصل ہوا نہ کسی فقیہ اور امام کی تالیف کو، آج دنیا بھر میں اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری کا نام لیا جاتا ہے، آپ ہی کے دور سے اس کتاب کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

منقول حافظ ابن کثیر

حافظ ابن کثیرؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے، کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو وہ قطعی الثبوت ہوتی ہے، محدثین کرام کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس کو بخاری و مسلم اپنی کتاب میں روایت کرنے پر متفق ہوں، پھر دوسرے درجہ پر بخاری پھر تیسرے درجہ پر مسلم چوتھے درجہ پر بخاری و مسلم کی شرط پر ہو، پانچویں درجہ پر بخاری کی شرط پر ہو، چھٹے درجہ پر مسلم کی شرط پر ہو اور ساتویں درجہ پر وہ روایت صحیح ہوتی ہے جو دوسرے محدثین کی شرط پر ہو۔

اس شرح نے امت کا قرض ادا کر دیا

صحیح بخاری کی اگر تاریخ لکھی جائے اور اس پر مفصل بحث کی جائے تو کئی ضخیم جلدوں پر بات پہونچے گی۔ علامہ ابن خلدون اپنی شہرۂ آفاق تاریخ بن خلدون کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، میں نے اپنے اکثر اساتذہ وشیوخ کو فرماتے سنا ہے کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا قرض امت پر ابھی باقی ہے اسلامی دنیا کے علماء میں سے کسی نے اس کی ایسی شرح نہیں لکھی جس سے یہ امت کا قرض ادا ہو مطلب یہ کہ اگر چہ بخاری کی بہت سی شروح لکھی گئی، لیکن ابھی تشنگی باقی ہے۔

علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی کے مؤرخ ہیں اپنی تاریخ کے مقدمہ کو ۷۷۹ھ میں ختم کیا اس وقت صحیح بخاری کی شروح کثرت سے لکھی جا چکی تھی لیکن جس پایہ کی شرح کی طرف علامہ ابن خلدون اشارہ کرر ہے ہیں اس وقت ایسی پایہ کی معرض وجود میں نہیں آئی تھی علامہ بن خلدون کے اس قول کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری منظر عام پر آئی اس کتاب نے امت کے قرض کو ادا کر دیا۔
موجودہ زمانہ تک بخاری کی شرح کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے اور اب یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اہل علم نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس پر محنت نہ کی ہو غرض تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔
تاہم امام بخاریؒ کے خیال کی باریکی اور لطیف استدلال تک اب بھی بہت کم لوگوں کی رسائی ہو سکی۔

آج کروڑوں انسان اس کتاب کو مائۂ ناز خیال کرتے ہیں، اور یقین کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال اور تقاریر جس تحقیق کے ساتھ اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں اُس سے بڑھ کر کسی کتاب میں ہونا ممکن ہی نہیں لوگ اس بات پر

یقین رکھتے ہیں کہ آپ اپنی جانفشانی ،اپنی محنت ،اپنی کوشش ،اپنی جانثاری اور اللہ کے عطاء کردہ اپنے حافظے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی ،عرب وعجم ،اہل حجاز ،اہل ہند ،اہل عراق ،محدث ،فقیہ ،صوفی غرض سب اس کو مانتے ہیں ،روحانی ودنیاوی معاملات میں غرض ہر حیثیت سے قرآن کے بعد صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے۔اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی ،الہامات ،افعال ،اوراقوال ہی درج نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی درج ہے۔صحیح بخاری کا بلند پایہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلف سے لیکر خلف تک کہ علمائے اسلام برابر اس کی خدمت میں مصروف رہے کسی نے اس کی شرح لکھی ،کسی نے ابواب فقہی اور تراجم ابواب کی باریکیوں کی چھان بین کی ،کسی نے اس کی تجرید کی کسی نے مشکل الفاظ کی لغت لکھی ،کسی نے نحوی مسائل کے مشاہیر جمع کئے اور اس کے مستخرجات بھی لکھے گئے۔ صحیح بخاری کو اہل اسلام نے (اصح الکتب بعد کتاب اللہ) کا خطاب دیا ہے اور یہ خطاب بہت جانچ پڑتال کرنے کہ بعد دیا ہے۔

قبل از تالیف

گذشتہ دور میں ابواب پر مختلف عنوانات کے تحت بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھی امام بخاریؒ نے ان تمام تصنیفات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور اپنے حسنِ ذوق سے احادیث صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ اور مختصر مجموعہ مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا!

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ امام بخاریؒ دوسو سال کے بعد نمودار ہوئے ان سے پیشتر علماء علومِ دینیہ میں مختلف فنون کے اندر تصنیفات کر چکے تھے چنانچہ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ نے فقہ میں تصنیف کی تھی اور ابنِ جریجؒ نے تفسیر میں اور ابوعبیدؒ نے غریب قرآن میں اور محمد بن

اسحٰقؒ اور موسیٰ بن عقبہؒ سیر میں اور عبداللہ بن مبارکؒ نے زہد و مواعظ میں اور کسائیؒ نے بدء الخلق اور قصص انبیاء میں اور یحییٰ بن معینؒ نے صحابہ و تابعین کے حالات میں نیز متعدد علماء کے فن رؤیا، ادب، طب، شمائل، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، اور ردِ مبتدعین مثلاً جہمیہ پر رسائل موجود تھے۔ امام بخاریؒ نے ان تمام مدونہ علوم پر غور کیا اور جزئیات وکلیات کی تنقید کی پھر ان علوم کے ایک حصہ کو جس کو انہوں نے بصراحت یا بدلالت ان صحیح حدیثوں میں پایا کہ جو بخاری کی شرط پر تھیں اسے اپنی کتاب میں درج کیا تاکہ ان علوم کی بنیادی چیزوں کے متعلق مسلمانوں کے ہاتھ میں ایسی حجتِ قاطع موجود رہے کہ جس میں شک کی گنجائش نہ رہے۔

امام بخاریؒ نے ان تمام مختلف فنون کو اپنی کتاب میں بالاختصار جمع کر کے جہاں اسے ایک مختصر جامع بنایا وہاں ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے صرف صحیح حدیثوں کے درج کرنے کا اہتمام کیا۔ (تاریخ تدوین حدیث/۱۹۵)

علم حدیث کا تاریخی آئینہ

صحابہؓ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی، بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا لیکن بنوامیہ نے حکماً علماء سے تصنیفیں لکھوائیں، قاضی ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے۔

(ہم لوگ علم کا قلم بند کرنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ امراء نے ہم کو مجبور کیا)

سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی

جس کا نام (اخبار الماضیین) ہے امیر معاویہؓ کے بعد عبدالملک بن مروان نے جو ۶۵ھ میں تخت نشیں ہوا ہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سعید بن جبیر جو اعلم العلماء تھے اُن کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں، چنانچہ امام موصوف نے تفسیر لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی، عطاء بن دینارؒ کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے اُن ہی کی تفسیر ہے عطاء بن دینار کو خزانۂ شاہی سے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو خلفائے راشدین میں شمار ہوتے ہیں اور پہلی صدی کے مجدد ہیں، انہوں نے تصنیف و تالیف کو بہت زیادہ ترقی دی اور امراء و اجناد کو لکھا کہ میں علم حدیث کے مٹنے اور ذہاب علم کا خوف کرتا ہوں، لہذا اپنے اپنے بلاد کے علماء کو حکم کریں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کریں، سعد بن ابرہیم جو بہت بڑے محدث اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے اُن سے دفتر کے دفتر حدیثوں کے قلم بند کرائے اور تمام ممالکِ مقبوضہ میں بھیج دیئے۔ علامہ ابن عبدالبر جامع البیان میں لکھتے ہیں۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہم کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا، اور ہم نے دفتر کے دفتر لکھے، آپؒ کی جہاں جہاں حکومت تھی ایک ایک دفتر بھیج دیا۔

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاریؒ جو اُس زمانے کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاذ اور مدینہ کے قاضی تھے، اُن کو بھی خاص طور سے احادیث کے جمع کرنے کا حکم بھیجا۔

حدیث میں حضرت عائشہؓ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے اُن سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں اس لئے عمر بن عبدالعزیزؒ نے

ان کی روایتوں کے ساتھ زیادہ اعتناء کیا عمرۃ بنت عبد الرحمٰن ایک خاتون تھیں اُن کو حضرت عائشہؓ نے خاص اپنے آغوشِ تربیت میں پالا تھا وہ بڑی محدثہ وعالمہ تھیں، تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ کی مرویات کا اُن سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا، عمر بن عبد العزیزؒ نے ابوبکر بن محمد کو خط لکھا کہ عمرۃ بنت عبد الرحمٰن کے مسائل اور روایات قلم بند کر کے بھیج دیں۔ (سیرت النبیؐ رج ۱ رص ۲۹)

اصولِ حدیث

علم حدیث کی تعریف: یہ وہ علم ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال واحوال معلوم ہو جائیں۔

موضوع علم حدیث: علم حدیث کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس حیثیت سے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

غرض وغایت: وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا ہے جو احادیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

دوسری غرض یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دین کا مدار علم حدیث پر ہے! کیونکہ اصل دین یعنی قرآن پاک تو مجمل ہے اس کی تبین وتوضیح احادیث سے ثابت ہے۔

تیسری غرض شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے نزدیک یہ ہے کہ حدیث جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، ہم محبّ رسول ہیں محبوب کے کلام کو جب پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت حلاوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے غرض یہ کہ علم حدیث کی تعریف جس کا خلاصہ تدبر ہے علم حدیث جس کا خلاصہ عظمت ہے اور اس کی غرض کا خلاصہ لذت ہے۔

وجہ تسمیہ: اس فن کا نام حدیث ہے، حدیث حادث کے معنی میں ہے، قرآن مجید تو اللہ تعالی کا کلام ہے جیسے باری تعالی قدیم ہے تو اس کی صفت بھی قدیم ہوگی، حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حادث ہوگا۔

دوسری وجہ تسمیہ: یہ بتلائی گئی کہ حدیث کے معنی بات کے ہیں چونکہ علم حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں اس لئے ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔

حدیث وخبر میں فرق: ان دونوں میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حدیث تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور خبر کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اخبار ملوک پر بھی ہوتا ہے۔

مؤلف اور موجد فن: عام طور پر مشہور ہے کہ حدیث کی تدوین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک سو برس بعد ہوئی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص احادیث لکھا کرتے تھے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کے نام پر لکھا تھا اس مجموعہ کی چھ احادیث امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہیں اور اسی مجموعہ کی سو کے قریب احادیث مسند بزار میں ہیں، لہذا حدیث کی کتابت اور جمع تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہو چکی تھی البتہ کتابی شکل میں یہ ذخیرہ بعد میں منتقل کیا گیا۔ (تشریحاتِ بخاری رص ۸۔۹)

اصطلاحاتِ حدیث

ابتداً حدیث دو قسم پر ہے (۱) ضعیف (۲) صحیح

پھر ضعیف دو قسم پر ہے (۱) متصل (۲) غیر متصل پھر غیر متصل کی چار قسمیں ہیں
(۱) منقطع (۲) معلّق (۳) معضل (۴) مرسل
منقطع: وہ روایت ہے جس کی سند متصل نہ ہو کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔
معلّق: جسکی سند کے شروع سے راوی گرے ہوئے ہوں۔
معضل: جسکی سند کے درمیان سے راوی گرے ہوئے ہوں یا ایک سے زائد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں۔
مرسل: جسکی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

متصل کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) شاذ (۲) منکر (۳) مدلس (۴) مضطرب (۵) معلل
شاذ وہ حدیث ہے جس کا راوی خود تو ثقہ ہو مگر ایسی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرے جو اُس سے زیادہ ثقہ ہیں۔ اس کے مقابل کو محفوظ کہتے ہیں۔
منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے ثقات کے مخالف روایت کرے۔ اس کے مقابل کو معروف کہتے ہیں۔
مدلس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کو اپنے شیخ کا نام یا شیخ کے شیخ کا نام چھپانے کی عادت ہو۔
مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو کہ اُن میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔
معلل: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علۃ خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دہ ہو اس کو معلوم کرنا ماہرِ فن کا کام ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

دوسری قسم یعنی صحیح کے اقسام جو کہ پہلی تقسیم کے اعتبار سے دوسری قسم ہے اس کی صفات راوی کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور اسکی سند متصل ہو اور وہ معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی تمام شرائط صحیح لذاتہ کی موجود ہوں۔

صحیح لغیرہ: وہ حدیث ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیرہ: اُس ضعیف حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے طرق متعدد ہوں۔

راویوں کے تعداد کے لحاظ سے صحیح کی دو قسمیں ہیں (۱) خبر واحد (۲) خبر متواتر

خبر واحد: وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں کہ اُن کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

(۱) مشہور: وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی زمانہ میں تین سے کم کہیں نہ ہوں

(۲) عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

(۳) غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبر متواتر: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ اُن سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

خبر متواتر کی چار قسمیں ہیں (۱) تواتر اسنادی (۲) تواتر طبقاتی (۳) تواتر تعاملی (۴) تواتر معنوی

تواتر اسنادی: جس کو ابتداء سے انتہاء تک ایسی جماعت روایت کرے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہے۔
تواتر طبقاتی: جو قرن بقرن چلی آرہی ہو۔
تواتر تعاملی: جس میں اکثر عمل کرتے آئے ہوں بعض کا اختلاف ہو۔
تواتر معنوی: الفاظ کے لحاظ سے تو خبر واحد ہو لیکن معنی کے لحاظ سے تواتر کو پہنچی ہوئی ہو۔
(الخیر الساری رص ر۶۰)

کتب حدیث کے چند مشہور اقسام

جامع سنن مسند معجم جزء مفرد غریب مستخرج مستدرک مسلسلات مراسیل اربعینات تعلیقات

☆ جامع اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے اندر حدیث کے آٹھوں ابواب موجود ہیں۔ وہ ابواب یہ ہیں:

سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب

☆ سنن وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابوابِ فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوں، جیسے سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

☆ مسند وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب رتبی یا ترتیب حروف ہجا یا تقدم وتأثرِ اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے، مسند احمد

☆ معجم وہ کتاب ہے جس کے اندر وضع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہو اور ترتیب کی وہی تین قسمیں اوپر والی ہیں، جیسے معجم طبرانی۔

☆ جزء وہ کتاب جس میں صرف ایک ہی مسئلے کی احادیث یک جا جمع کر دی گئی ہوں، جیسے، جزء القراۃ وجزء رفع الیدین للبخاری۔

☆مفرد وہ کتاب جس میں ایک شخص کی کُل مرویات مذکور ہوں

☆غریب وہ کتاب جس میں صرف ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ہیں وہ مذکور ہوں

☆مستخرج وہ کتاب جس میں دوسرے کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جیسے، مستخرج ابوعوانہؒ

☆مستدرک وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اس کی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کر دیا گیا ہو، جیسے مستدرک حاکمؒ۔

☆مسلسلات وہ کتب جن میں صرف احادیث مسلسلہ کو جمع کیا گیا ہو اور حدیث مسلسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کے تمام روات جو کسی وصف میں شریک ہوں یا متفق ہوں۔

☆مراسیل وہ کتب جن میں صرف مرسل احادیث کو جمع کیا گیا ہو جیسے مراسیلِ ابوداؤد۔

☆اربعین جن کتب میں چالیس احادیث کو جمع کیا گیا ہو، جیسے چہل حدیث۔

☆تعلیقات وہ کتب جن میں روایات کو بلاسند ذکر کیا جائے خواہ صحابی مذکور ہو یا نہ ہو جیسے مصابیح السنہ اور مشکاۃ المصابیح۔(الخیر الساری ص/٦٥)

بخاری شریف کا نام

(الجامع المسندالصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ)

☆جامع اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے اندر حدیث کے آٹھوں ابواب موجود ہیں۔

سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب

☆مسند اس وجہ سے کہ اس میں روایات سند کے ساتھ مرفوعاً منقول ہیں آثار وغیرہ جو

مذکور ہوئے ہیں، وہ بالتتبع ہیں اور تراجم میں ہیں۔
☆ صحیح اس وجہ سے کہ امام بخاریؒ اس میں صحت کا زبردست التزام فرمائے ہیں اُن کی تحقیق کے مطابق اسمیں کوئی روایت ضعیف نہیں ہے۔
☆ المختصر سے اشارہ ہے کہ اس میں تمام صحیح حدیثوں کو جمع نہیں کیا گیا، خود امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ ۶/لاکھ حدیثوں میں سے میں نے اس کتاب کو مختصر کیا ہے، یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اس میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب صحیح ہیں اور بہت سی صحیح احادیث کو طول سے بچنے کے لئے میں نے قصداً ترک کردیا ہے۔
☆ من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اقوال کی طرف اشارہ ہے۔
☆ سننہ سے آپ کے افعال وتقریرات کی جانب اشارہ ہے۔
☆ ایامہ سے غزوات کی اور اُن تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے جو آپ کے عہد مبارک میں پیش آئے۔ (سیدالمحدثین/ص/۱۱۸۔۱۱۹)

سببِ تالیف

امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کی زبان سے نکلا کہ، کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کردیتے۔ یہ خطاب تمام حاضرینِ مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اترا جس کی قسمت میں روز اول سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی۔ امام ممدوح فرماتے ہیں یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا شروع کردیا۔ (تاریخِ تدوینِ حدیث/ص/۱۹۳)

وجہ تالیف میں ایک اور سبب

حضرت امام بخاریؒ کوخواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ: میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور دستی پنکھے کے ذریعہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے مکھیاں اڑا رہا ہوں آپ نے یہ خواب اپنے استاذ حضرت اسحاق بن راہویہ سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا، آپ کسی وقت آپ ﷺ کے ذخیرہ احادیث سے موضوع اور ضعیف روایات کو الگ کرو گے۔ (عنایۃ البخاری رص ر۱۰۲)

کُل زمانۂ تالیف اور تعداد روایات

امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں صرف وہی حدیثیں داخل کی ہیں جو صحیح ہیں، اور بہت سی صحیح احادیث کو اس لئے چھوڑ دیا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ یہ کتاب حسبِ تصریح امام ممدوح چھ لاکھ احادیث کا انتخاب ہے، جو سولہ سال کی مدت میں پائے تکمیل کو پہنچا اس محنت و جانفشانی کے بعد کُل حدیثیں جو کتاب میں درج ہیں ان سب کی مجموعی تعداد ساتھ ہی مکررات و معلقات و متابعات کہ نو ہزار بیاسی ہیں، یہ تعداد اگر چہ امام بخاریؒ کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں ان کے دسویں حصہ کے بھی برابر نہیں، لیکن یہ امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے۔

تالیف میں ادب کا اہتمام

اس کتاب کی تالیف میں غایتِ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ امام ممدوحؒ خود فرماتے ہیں کہ میں کتاب الصحیح میں کوئی حدیث اس وقت تک درج نہیں کی جب تک کہ لکھنے سے پہلے غسل کر کے دوگانہ ادا نہ کرلیا، اور حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کیا یہاں تک

کے یقین نہ ہوگیا ہو، پھر اس کو لکھا۔ کتاب کی تصنیف کا آغاز بیت الحرام میں ہوا، ابواب وتراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضۂ اقدس کے درمیان لکھے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے حضرت شیخ الہند سے نقل فرمایا کہ امام موصوفؒ زمانۂ تصنیف کے پورے سولہ سال روزے دار رہے اور اس طرح روزہ رکھتے تھے کہ کسی کو علم نہ ہوتا تھا حتی کہ اہل خانہ کو بھی معلوم نہ ہوسکا۔

جامع صحیح کی خصوصیات

(۱) امام صاحبؒ کو دورانِ تالیف جب کبھی تالیف کا سلسلہ چھوڑنا پڑا تو دوبارہ جب بھی شروع کرتے تو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی، اس لئے درمیان میں متعدد جگہوں پر بسم اللہ مذکور ہے۔

(۲) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بارہا بہت سے بزرگوں نے اپنی مرادوں کے حصول کے لئے اور مہمات کی کفایت اور قضاء وحاجات اور رفع وبلیات اور شفاء وامراض اور شدائد ومشکلات سے نجات کے لئے اس مقدس کتاب کا ختم کیا اور ہمیشہ اپنے مقاصد میں کامیاب رہے اور یہ بات محدثین کرام کے یہاں شہرت وتواتر کے ساتھ منقول چلی آرہی ہے۔

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کے بخاریؒ کی حسنِ نیت کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ جامع صحیح اس قدر مقبول ہوئی کہ خود امام بخاریؒ کی زندگی میں ہی نوے ہزار آدمیوں نے بلاواسطہ آپ سے سنا۔ اور انشاء اللہ تا قیامت اہلِ اسلام اس سے مستفیض ومستنیر ہوتے رہیں گے۔ (سید المحدثین ص/۱۲۵)

(۴) عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاریؒ جب، قال فلان، کہتے ہیں تو یہی مذاکرہ پر

محمول ہوتا ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا رتبہ تحدیث سے کم ہے، اور یہ صیغہ وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں روایت ان کی شرط پر نہیں ہوتی، لیکن یہ کلیہ نہیں ہے، کیوں کہ کبھی اس کو صیغۂ تحدیث سے بھی بیان کر دیتے ہیں۔

(۵) امام بخاریؒ کا معمول ہے جب حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ آتا ہے جس کی نظیر کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں، اسی طرح کبھی باب کی مناسبت سے آیات قرآنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور اکثر آیات کے بجائے صرف اس کے چند الفاظ نقل کرتے ہیں، کتاب التفسیر، کتاب بدأ الخلق، میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(۶) حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام موصوف ہر کتاب کے اختتام پر کوئی نہ کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے ختم کتاب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً بدء الوحی کے آخر میں **فکان ذلک آخر شأن هرقل** وغیرہ۔

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے رص ۱۸۵۔۱۸۶)

(۷) بخاری میں تکرار روایات نہیں ہوتا ہے خود امام صاحبؒ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری کتاب میں مکررات بالکل نہیں ہیں، حافظ بن حجرؒ نے اس سے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایک ہی حدیث مکمل سند اور متن دونوں اعتبار سے مل کر ہوا ایسا ہرگز نہیں ہوتا ہے ضرور مغایرت رہتی ہے چاہے وہ مغایرت سند میں ہوگی یا متن میں ہوگی کہیں اختصاراً ہے کہیں موصولاً ہے کہیں تعلیقاً ہے۔ (سید المحدثین ۱۳۹)

ثلاثیاتِ بخاری

ثلاثیات بخاری شریف کی وہ روایات ہیں جن میں امام بخاریؒ اور آپ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ایک صحابی، ایک تابعی، اور ایک تبع تابعی کا، محدثین

کے نزدیک سند عالی کی بڑی خصوصیت رہی ہے، بخاری کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں بائیس (۲۲) روایات ثلاثی ہیں، جن کا تذکرہ حاشیہ پر نہایت جلی قلم سے کیا گیا ہے، اُن میں سے بیس (۲۰) ثلاثیات کے شیوخ حنفی ہیں، جن کے اُسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱) الضحاک بن مخلد ابو عاصم النبیل: المتوفی: ۲۱۲ھ، ان سے چھ ثلاثیات مروی ہیں۔

۲) مکی بن ابراہیم البلخی: المتوفی: ۲۱۵ھ، ان سے گیارہ ثلاثیات مروی ہیں۔

۳) محمد بن عبداللہ المثنی الانصاری: المتوفی: ۲۱۵ھ ان سے تین ثلاثیات مروی ہے۔

ان ثلاثیات کو بخاری میں بڑا مقام حاصل ہے، جب ثلاثیات کا یہ مقام ہے تو ثنائیات کا درجہ اُن سے بھی کہیں بڑا ہوگا، جبکہ فقہ حنفی کا مدار ہی ثنائیات پر ہے، تو فقہ حنفی کی جلالت شان اور ضبط واتقان کا کیا عالم ہوگا۔ (عنایۃ البخاری ر ص ر ۱۰۳)

صحیح بخاری کی کتابت آبِ زر سے

امت میں ایسے بھی قدر دان گزرے ہیں جنہوں نے قرآن مجید اور اس کے بعد صحیح بخاری شریف کو خالص آب زر سے لکھوایا چنانچہ ایک عالم دین ابو محمد مزنی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہوں نے کتابت کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کو آب زر سے لکھ کر انکے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کتابیں تمام وکمال آبِ زر سے لکھ کر اُن کے سامنے پیش کی گئیں۔ (سوانح حیات امام بخاریؒ ر ۳۶)

جو بخاری ومسلم کی توہین کرے وہ بدعتی ہے

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں جو شخص بخاری ومسلم کی توہین وتخفیف کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ایمان والوں سے علیحدہ ہے۔ (جس کا نتیجہ دوزخ ہے) (ایضا ۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب

حضرت ابو زید المروزی کہتے ہیں کہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کی جگہ لیٹ گیا تو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں آپ فرما رہے ہیں کہ اے ابو زید کب تک تم شافعی کی کتاب پڑھتے رہو گے اور ہماری کتاب کب پڑھو گے میں نے عرض کیا کہ حضور والا آپ کی کتاب کونسی ہے فرمایا، محمد بن اسماعیلؒ کی جامع صحیح، اس خواب کو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نیز علامہ قسطانی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

(سید المحدثین ۱۳۹)

مقصودِ کتاب

ہر مؤلف و مصنف کا اپنی تالیف میں کوئی خاص مقصد رہتا ہے، حضرت امام بخاریؒ کا مقصد صرف احادیث صحیحہ پر واقفیت اور اطلاع ہے، اس وجہ سے امامؒ نے اس کا التزام واہتمام فرمایا کہ اپنی کتاب میں وہ صرف صحیح احادیث ہی جمع کرینگے۔

یہ اصل موضوع ہے جو بخاری شریف کے نام سے مستفاد اور ماخوذ اور مفہوم ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ امام نے یہ بھی خیال فرمایا کہ ان کی کتاب فوائد فقہیہ، نکات حدیثیہ اور تفسیری حکمتوں اور تاریخی صحیح معلومات سے اور دیگر فوائد علمیہ سے بھی کتاب مزین ہو تو آپ کے ذہنِ ثاقب نے متون حدیث سے بیش بہا معانی اور مضامین مستنبط کردئے اور کتاب کے ابواب میں آیاتِ قرآنیہ کے اعتناء کے ساتھ وہ علمی خزانے جمع کردئے جس کی مثال اور کتابوں میں نہیں ہے۔

کیا دیگر کتب حدیث ان فوائد سے خالی ہے؟

اگر چہ صحاح کا اخراج اور بیان حضرت امام مسلمؒ کا مقصود بھی ہے مگر انہوں نے صرف احادیث صحیحہ کی تخریج پر اکتفاء فرمایا اور ان سے استنباط واستخراج نہیں فرمایا صرف

اتنا کیا کہ حدیث کے تمام طرق ایک جگہ جمع کردئے تاکہ متون کا اختلاف ظاہر ہوجائے اوراسانید اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ سمجھ میں آجائیں اورامام ابوداؤدؒ نے اُن روایات کا قصد فرمایا جن سے فقہاء نے استدلال فرمایا ہے چاہے وہ صحیح ہو یا حسن وغیرہ، مگر صالح للعمل ہونی چاہیے۔اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسی روایات ذکرنہیں کی جن کے ترک پر محدثین کا اجماع واتفاق ہو یا انہوں نے ضعیف کہا ہواورامام ترمذیؒ نے شیخین کے طریقہ اورابوداؤد کے طرز کوجمع کرنے کی سعی فرمائی ہے بلکہ مذاہبِ فقہاء،تابعین اوراحادیث کا درجہ اورراویوں کے احوال کا اضافہ بھی فرمایا جس سے ان کی کتاب انفع اوراسہل بن گئی ہے۔امام بخاریؒ چونکہ خود مجتہد صاحب الرائے ،اونچے درجے کے فقیہ ہیں اس وجہ سے احادیث صحیحہ سے فقہ کا استنباط واستخراج عجیب شان سے فرماتے ہیں اور ہر باب میں اپنی تحقیق رکھتے ہیں،اس لئے مشہور ہوگیا **فقه البخاری فی تراجمه** یعنی بخاری کا سارا کمال اس کے تراجمِ ابواب میں ہے۔(ایضاً ص/۱۲۸)

شروط بخاری

صاحبِ کشف الباری حضرت علامہ سلیم اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شروط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مصنفین کتب تالیف کے وقت بعض امور کوپیش نظر رکھتے ہیں انہی کے مطابق کتاب میں مضامین لاتے ہیں ان سے ہٹ کر کچھ ذکرنہیں کرتے ،ائمہ ستہ نے بھی اپنی کتابوں میں کچھ شروط کا ذکر کیا ہے۔لیکن اُن اکابر سے یہ تصریح موجودنہیں ہے بلکہ بعض بعد کے علماء نے ان کی کتابوں سے مطالعہ کرکے ان شروط کا استنباط کیا۔

پہلی شرط :حضرت امام موصوف ایسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو،

جس کا راوی صادق، مسلمان، غیر مدلس اور غیر مختلط، عدالت کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہو، سلیم الذہن، قلیل الوہم، سلیم الاعتقاد، ضابط، اور متحفظ ہو۔

پھر اگر صحابی سے روایت کرنے والے دو راوی ہوں تو بہتر ہے ورنہ ایک راوی کی روایت بھی لے لیتے ہیں جبکہ سند صحیح ہو البتہ امام مسلم نے ایسے راویوں کی روایت لے لی ہے جن کی حدیثوں کو امام بخاریؒ شبہ کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے کم از کم ایک ملاقات ضرور ہوئی ہو۔

تیسری شرط یہ ہے رواۃ ایسے ہوں جو اہل حفظ واتقان میں سے ہوں اور اپنے اساتذہ کی طویل صحبت پائی ہو کبھی (انا کے لفظ) سے بھی حدیث لے لیتے ہیں جن کے ساتھ لمبے عرصے تک نہ رہے ہوں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں کسی مدلس کی روایت اُس وقت تک ذکر نہیں کرتے جب تک کہ وہ تحدیث کی صراحت نہیں کرتا خواہ وہ صراحت اسی حدیث میں ہو یا کسی اور سند میں ہو۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اگر کسی ایسے شخص کی روایت تخریج کی ہو جس پر کلام ہوا ہو اس کی وہ روایت نہیں لیتے ہیں جس پر نکیر کی گئی ہو۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ اگر راوی میں کسی قسم کا قصور ہو اور اُس کی روایت دوسرے طریق سے مروی ہو جس سے قصور کی تلافی ہو جاتی ہو تو ایسی حدیث بھی امام بخاریؒ کی شرط کی تحت داخل ہو جاتی ہے۔

صاحبِ کشف الباری نے یہ عمدہ خلاصہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ چند شروط ہیں کچھ مزید شروط اور بھی ہیں جو فتح الباری وغیرہ سے تتبع کے بعد نکل سکتی ہیں۔ (سید المحدثین ۳۲۔۳۳)

جامع بخاری کا مقام

مذکورہ بالا شراط اور دیگر وجوہ کی بناء پر امت کا اتفاق ہے کہ ؛؛ صحیح بخاری ؛؛ کو صحاح اور تمام کتب احادیث پر ترجیح حاصل ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ ؛ صحیح بخاری ؛ صحت اور دیگر فوائد کے لحاظ سے صحیح مسلم پر فائق ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

بخاری کا ؛ صحیح مسلم ؛ یا اور کوئی کتاب مقابلہ نہیں کرسکتی۔

البتہ امام شافعیؒ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ:

روئے زمین پر امام مالک کی کتاب سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی کتاب نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ کے بعد ؛ مؤطا ؛ امام مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ لیکن علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا یہ فیصلہ اِن دونوں کتابوں کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے، اس لئے کے امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی جبکہ امام بخاریؒ کی عمر صرف دس سال کی تھی اور اُسی سال امام مسلم پیدا ہوئے۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں ؛ بخاری ؛ مسلم ؛ اور مؤطا کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں اور اکثر روایات مرفوعہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ لیکن حاکم کے شیخ ابو علی نیشاپوری اور بعض مغاربہ نے ؛ صحیح مسلم ؛ کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا، حافظ بن حجر نے قول کی یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے ان لوگوں نے حسن ترتیب کے لحاظ سے ؛ مسلم کو ترجیح دی ہو کیونکہ امام مسلم نے اپنے شہر میں بیٹھ کر نہایت سکون واطمنان کے ساتھ اپنی کتاب کی تالیف کی ہے اور امام بخاریؒ نے مختلف مقامات میں رہ کر روایت کی تخریج کی ہے، حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اگر اُن کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے تب بھی

جمہور کے مقابلہ میں اُن کا قول نا قابل اعتبار ہے۔
امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کا وجود نہ ہوتا۔
(محدثینِ عظام اور انکے علمی کارنامے /ص/۱۸۲۔۱۸۱۔۱۸۴)

تراجمِ بخاری

علماء کا مشہور مقولہ ہے بخاری کا سارا کمال اُن کے تراجم میں ہیں۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں؛ امام صاحبؒ اپنے تراجمِ ابواب میں جس دقتِ نظر کا مظاہرہ فرمایا ہے، اُس کو سمجھنے سے بڑے بڑے اہل علم قاصر رہے، اُس کی اسی اہمیت کی بنا پر متقدمین ومتأخرین نے تراجمِ ابواب پر مستقل رسالے لکھے ہیں۔

بہر کیف محدثین کے نزدیک ترجمۃ الباب بمنزلہ دعویٰ کے ہوتا ہے اور پیش کردہ حدیث بمنزلہ دلیل کے ہوتی ہے اس لحاظ سے فیصلہ کیا جاتا ہے ترجمۃ الباب اور احادیث میں مطابقت ہے یا نہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کا ترجمہ منعقد کرنے میں اپنا مخصوص انداز ہے اور وہ مختلف طریقوں سے ترجمے قائم کرتے ہیں۔

(۱) بعض اوقات حدیث پاک ہی کو ترجمہ بناتے ہیں اور اس کے حدیث نبویؐ ہونے کی صراحت بھی کرتے ہیں۔

(۲) کبھی امام بخاریؒ حدیث رسول کو ترجمہ بناتے ہیں لیکن اُس میں تھوڑا سا تصرف اور تبدیلی کر دیتے ہیں اور اس کا مقصد حدیث کی تشریح ہوا کرتا ہے۔

(۳) کبھی امام بخاریؒ ایسی حدیث کو ترجمہ بناتے ہیں جو ان کے شرط کے مطابق نہیں ہوتی پھر اس کو دیگر روایات سے مؤید کرتے ہیں۔

(۴) بہت سی جگہوں پر امام بخاریؒ اپنے الفاظ سے ترجمہ قائم کرتے ہیں اور اُس میں

ابہام چھوڑتے ہیں اوراس ابہام کی مختلف وجوہات ہوتی ہے، جیسے تعارض ادلہ یا توسع کبھی دلیل مبہم ہونے کی وجہ سے ترجمہ مبہم رکھتے ہیں۔

(۵) کبھی امام بخاریؒ ترجمہ کو واضح اور فیصلہ کن انداز میں قائم کرتے ہیں، جیسے باب وجوب صلوة الجماعة .باب التیمم ضربة

(۶) کبھی امام بخاریؒ ھل کے ساتھ استفہامیہ ترجمہ لاتے ہیں اور ایسا دلیل کے محتمل ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں۔

(۷) اور کبھی امام موصوفؒ ترجمہ استفہامیہ قائم کرتے ہیں اور روایات اور آثار کے ذریعہ اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔

(۸) اور کبھی تفصیل کی جانب اشارہ کرنے کے لئے ترجمہ استفہامیہ لاتے ہیں۔

(۹) کبھی آپؒ ترجمہ من قال کذا اور من فعل کذا کے عنوان سے قائم کرتے ہیں اور ایسا کبھی تو عموم حکم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں، اور کبھی مسلک مختار کو بیان کرنے کے لئے اور کبھی یہ
عنوان وآداب پر تنبیہ کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔

(۱۰) بعض اوقات تاریخی واقعات کو بیان کرنے کے لئے ترجمہ قائم کرتے ہیں۔

(۱۱) بعض دفعہ امام بخاریؒ ایسا ترجمہ لاتے ہیں جو بظاہر بے فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت اس میں کوئی اہم فائدہ مضمر ہوتا ہے۔

(۱۲) کبھی امام بخاریؒ بدأ الحکم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ترجمہ قائم کرتے ہیں۔

(۱۳) کبھی امام بخاریؒ دفع اشکال کے لئے ترجمہ قائم کرتے ہیں۔

(۱۴) کبھی آپ جمع بین الروایات کے لئے ترجمہ قائم کرتے ہیں۔

(۱۵) کبھی آپ باب کے تحت روایاتِ متخالفہ کو ذکر کرتے ہیں اسمیں اشارہ اس طرف

ہوا کرتا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

(۱۶) کبھی آپ ترجمہ مقید لاتے ہیں اور روایات مطلق ہوتی ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ روایت میں ترجمہ کی قید ملحوظ ہے اس کا اطلاق مراد نہیں ہے۔

(۱۷) کبھی ترجمہ مطلق ہوتا ہے اور روایت میں قید ہوتی ہے اس میں بخاریؒ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ روایت میں قید مذکور اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے۔

(۱۸) کبھی ترجمہ خاص ہوتا ہے اور اس کے تحت روایت عام ہوتی ہے اشارہ ہوتا ہے کہ روایت کا عموم معتبر نہیں ہے۔

(۱۹) کبھی ترجمہ عام ہوتا ہے اور روایت میں خاص اشارہ ہوتا ہے کہ روایت کی خصوصیت ملحوظ نہیں ہے۔

(۲۰) کبھی ترجمہ شرط کے ساتھ ذکر تے ہیں اور اس کا جواب بھی ترجمہ میں موجود ہوتا ہے۔

(۲۱) کبھی آپ ترجمہ شرطیہ لاتے ہیں اور جواب صحابی یا تابعی کے اثر سے بیان کرتے ہیں۔

(۲۲) کبھی ترجمہ شارحہ ہوا کرتا ہے۔

(۲۳) کبھی کسی امام کی تائید کے لئے ترجمہ لاتے ہیں۔

(۲۴) کبھی کسی امام کی تردید کے لئے ترجمہ لاتے ہیں۔

(۲۵) بعض اوقات ترجمہ میں کئی امور مذکور ہوتے ہیں لیکن امام بخاریؒ اُن میں سے صرف ایک کے لئے روایت لاتے ہیں اور دوسرے امور کے بارے میں روایات پیش نہیں کرتے اس کی بھی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔

(الف) جن امور کے لئے روایت پیش کی اُن کا اثبات اور جن کے لئے روایت پیش نہیں کی اُنکی نفی مقصود ہوتی ہے۔

(ب) کبھی ایسے موقع پر دوسری روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو خود بخاری میں

موجود ہوتی ہے۔

(ج) کبھی ایسی روایت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو بخاری میں مذکور نہیں ہے اور اس سے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں۔

یہ سب تفصیل تو وہاں ہے جہاں امام بخاریؒ ترجمہ قائم کرنے کے بعد حدیث کی سند پیش کرتے ہیں جبکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ آیت کو ترجمہ بناتے ہیں پھر وہاں نہ حدیث مسند لاتے ہیں اور نہ معلق، وہ آیت ہی دعویٰ اور وہ آیت ہی اس دعوی کی دلیل ہوتی ہے۔

کبھی اپنے طرف سے ترجمہ قائم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ آیت یا حدیث معلق کو ذکر کرتے ہیں ایسی صورت میں وہ آیت اور معلق حدیث اس ترجمہ کے لئے دلیل بنتی ہے۔

(سید المحدثین رص ۱۲۱/۱۴۵)

باب بلاترجمہ

بہت دفعہ امام صاحبؒ باب بلاعنوان لاتے ہیں اس سلسلہ میں شراح مختلف توجیہات کرتے ہیں۔

(۱) امام بخاریؒ کو سہو ہو گیا اس وجہ سے امام بخاریؒ ترجمہ قائم نہ کر سکے۔ سہو نہیں ہوا بلکہ کاتب کو سہو ہو گیا یعنی مصنفؒ کا قائم کیا ہوا ترجمہ کاتب سے سہواً ترک ہو گیا۔

(۲) شراح حدیث کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس کو کالفصل من السابق قرار دیا ہے یعنی سابق باب کے لئے فصل کی طرح ہے۔

(۳) حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ بعض مقامات میں باب بلاترجمہ تشحیذ اذہان کے لئے ہوتا ہے یعنی حضرت امام کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ باب کی روایت کو پیش نظر رکھ کر قاری خود ایسا ترجمہ قائم کرے جو بخاری کی شان کے مطابق ہو اور تکرار بھی لازم نہ آئے اس طرح ذہن تیز ہوتا ہے اور استنباط کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔

(۴) کبھی آپؒ باب سابق سے پیداشدہ اشکال کودفع کرنے کے لئے باب بلاترجمہ لاتے ہیں۔
(۵) باب بلاترجمہ بہت سے فوائد کے لئے ہوتا ہے یعنی باب کی روایت سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، اگرکسی ایک کی صراحت کردی جائے تو قاری کا ذہن اُسی پرموقوف ہوجائیگا اور دیگرفوائداُس کے ذہن سے غائب ہوجائیں گے۔
(۶) علامہ عینیؒ نے بعض مقامات میں یہ بھی فرمایا ہے کہ امامؒ تکثیرطرق کی طرف اشارہ کرنے لئے باب بلاترجمہ لاتے ہیں۔
(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ باب بلاترجمہ تحویل کے طور پر ہوتا ہے۔
(۸) حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ امام بخاریؒ جوحدیث ذکرکرتے ہیں وہ ترجمہ پر بالکل دلالت نہیں کرتی بلکہ اُسکے بہت سے طرق ہوتے ہیں اور بعض طرق سے ترجمہ اشارۃ یاعموماً ثابت ہوتا ہے۔
(۹) بعض مرتبہ حضرت امام صاحبؒ ترجمہ کے اندرایسی حدیث مرفوع لاتے ہیں جو امام کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اور باب میں کوئی دوسری حدیث جواس کی شاہد ہوتی ہے لاتے ہیں وہ آپ کی شرط کے موافق ہوتی ہے۔
(۱۰) بعض مرتبہ ترجمہ میں کوئی مسئلہ ذکرکرتے ہیں جوآپ کا استنباط ہوتا ہے نصِ حدیث یااشارۂ حدیث یاعمومِ حدیث سے۔
(۱۱) بعض اوقات ترجمہ ایسے لفظ سے قائم کرتے ہیں جس سے اُس حدیث کے معنی ومراد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جوآپ کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی ہے۔
بہرکیف بخاری کے تراجم ابواب پر بہت سے محدثین کرام نے مستقلاً کتابیں لکھی ہیں یہ مختصر کتاب اُس کی تفصیلات وتشریحات کی متحمل نہیں ہے۔ (ایضاً ص/۱۴۶-۱۴۸)

آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا کہتے ہیں

حضرت امام المحدثین جبل الحفظ سیدنا امام بخاریؒ اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں ان بارہ برسوں میں اکابر امت نے جن آراء مبارکہ کا اظہار کیا ہے ان سب کی جمع وترتیب کے لئے بھی ایک مستقل کتاب درکا ہے، ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا خوف وتردد کہا جاسکتا ہے کہ حضرت امام بخاری عنداللہ مقبول اور آپؒ کی جامع الصحیح بھی عند اللہ مقبول اور امت کے لئے بلا شک شبہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح تر قابل عمل کتاب ہے۔ جو شخص بھی حضرت امام کی شان میں تنقیص وتخفیف اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں شکوک شبہات کی فضاء پیدا کرتا ہے وہ اجماعِ امت کا مخالف اور ناقابل التفات ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے الفاظ میں وہ بدعتی ہے۔

(سوانح حیات امام بخاری ص ۳۵)

حکم البخاری

اگر کسی جگہ صرف صحیح بخاری ہو تو پھر اسی کا پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر دوسری کتب بھی موجود ہوں تو اس کا پڑھنا وجوبِ کفایہ ہے بخاری شریف پر عمل کرنا واجب ہے۔ جب کہ اس کے معارض کوئی آیت اور روایت نہ ہو۔ اور اگر موجود ہو پھر عمل ضروری نہیں پھر ترجیح قائم کر کے عمل کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرات احناف کا طرز عمل ہے۔

(عنایۃ البخاری رص ر۱۰۸)

شروحِ بخاری کا اجمالی خاکہ

صاحب کشف الظنون نے ۹؍۷؍ شروح وحواشی کو تذکرہ کیا ہے اور حضرت شیخ زکریاؒ نے مقدمہ لامع میں ر۱۳۲؍ شروح وحواشی وامالی کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور صاحب ھدیہ الدراری حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی نے ۶۸؍ کا تذکرہ تفصیلاً فرمایا ہے۔

اور ظفر المحصلین میں ۴۲/ کا تعارف موجود ہے۔
اور شیخ محمد عصام عرار الحسینی نے اتحاف القاری میں ان تمام حضرات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے بخاری کی خدمت کی ہے شرح لکھی حاشیہ وغیرہ لکھا ہے۔

(سید المحد ثین/ص/۱۵۱)

تمت بالخیر

از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سیاسی شعور کی ضرورت "مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ کوئی مذہب و ملت کسی ایسے آزاد ملک میں جہاں اکثریت نہ صرف یہ کہ غیر مسلم ہو بلکہ اس میں احیائیت اور ملک کی پوری آبادی کو اپنی تہذیب وثقافت اور اپنی تاریخ کے زیر اثر لانے کی منظم کوشش پائی جاتی ہو، بغیر بالغ سیاسی شعور اور اپنے لیے بلکہ ملک کے لیے مفید و مضر عناصر و تحریکات میں فرق و امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت اور نادانی سے کسی مضر تحریک یا جماعت کا آلہ کار بننے سے احتراز و احتیاط کے بغیر آزادی و عزت اور اپنے ملی تشخص اور دینی تحفظ کے ساتھ زندہ اور باقی رہنا ممکن نہیں۔

(کاروان زندگی، ج/۶، ۱۵۲)

اگر اُمت مسلمہ کا سیاسی شعور بیدار نہ کیا گیا تو جانتے ہو اس ملک میں کیا ہوگا؟

اگر قوم کو پنج وقتہ نمازی نہیں بلکہ سو فیصد تہجد گزار بنا دیا جائے۔ لیکن اس کے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے اور ملک کے احوال سے ان کو واقف نہ کیا جائے تو ممکن ہے، اس ملک میں آئندہ تہجد تو دور پانچ وقت کی نمازوں پر بھی پابندی عائد ہو جائے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

میری شہیدہ ہمشیرہ

ولادت : آپ یوم شہادت ۱۰ر محرم الحرام بروز جمعہ ۷ر ۱۹۹۷ء بوقت چاشت اپنے آبائی وطن منا اکھیلی میں پیدا ہوئیں۔

نام: آپ کا نام آپ کے برادر اکبر سید اکرم ندوی نے سیدہ وسیعہ بنت سید آعظم حوالدار، تجویز کیا اور آپ اسی نام سے موسوم ہوئیں ،اور آپ کا خاندانی سلسلہ نواسۂ رسولؐ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہو نچتا ہے۔

تعلیم : اول تا دسویں جماعت تک آپؒ اپنے گاؤں کے سرکاری اسکول میں تعلیم حاصل کرتی رہیں۔ پھر دسویں کے امتحان میں کامیابی کے بعد اپنے بڑوں کے مشوروں سے دینی تعلیم کے لئے مدرسہ فاطمہ نسواں اور پھر مدرسہ فلاح دارین للبنات میں داخلہ لیں۔اور وہاں اپنے روز مرہ کے امور دین کی روشنی میں سیکھنے لگیں۔ جیسے: قرآن ،ادعیہ ماثورہ، صوم،صلوۃ،،اذکار،اسمائے حسنیٰ وغیرہ

نکاح : کچھ مہینوں بعد آپ کا نکاح ہوا،اور کچھ ہی دن بعد آپ امید سے تھیں پھر وقت ، دن اور مہینوں کی شکل میں گذرا اور ولادت کے ایام سامنے آ گئے۔

وفات : بروز ہفتہ،۳ر نومبر ۲۰۱۸ء،۲۴ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ، بعد نماز مغرب نومولود فرزند کی ولادت ہوئی اور اُن کا نام بھی آپ کے برادر اکبر ہی نے عبداللہ محمد تجویز کیا ،اور پھر عبداللہ محمد نے اس دار فانی میں اپنی ماں کی صحبت میں چند سانسیں لیں اور پھر کچھ دیر میں اُن کا انتقال ہوگیا ،اور اُن کی والدہ شہیدہ سیدہ وسعہ رحمۃ اللہ علیھا اپنے آخر وقت میں اللہ کے صفت کمالی (یا السلام اور درود شریف) کا ورد کرتے ہوئے جان جانِ آفرین کو ۲۲ سال کی عمر میں سپرد کر دیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

میری شہیدہ ہمشیرہ

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درد زہ میں مرجائے وہ شہید۔ جو نفاس کی حالت میں مرجائے وہ شہید۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ جو کوئی صفت کمالی کا ورد کرتے ہوئے مالک حقیقی کی طرف کوچ کر جائے وہ شہید ہے، اور شہیدہ ہمشیرہ کو یہ تینوں فضیلتیں اور چوتھی فضیلت اُن کا نومولود بچہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس حسن ظن کو قبول فرمائے آمین۔

اخلاق وعادات: آپ بڑی باحیاء، حلیم الطبع، بہت ہی بھولی، دنیاوی نشیب وفراز سے نابلد، حتی المقدور صوم صلوۃ کی پابند، معترف بالخطا، والعافین عن الناس کی رعایت کرنے والی، صاف دل، اطاعت گذار وخدمت گذار، باادب، خوش اخلاق وخوش طبع اور بہت سے اوصاف وخصائل سے متصف تھیں۔

گذارش: آپ علماءِ وفضلاء ومفتیان اور عوام الناس اور جو بھی میری اس کتاب کو پڑھیں اُن سے بڑی دردمندانہ ومؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ میری اس ہمشیرہ کو اپنی شب وروز کی دعاؤں میں مغفرتی کلمات میں یاد فرمائے اور ہم اہل خانہ کو اللہ صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(این دعا از من و جملہ جہان آمین آباد)

مفتی سید اکرم ندوی

Printed by

IDEAS & CREATIONS

Red Hills, Hyderabad - 500004. Ph: 9032856632